۲۱

# شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کا خلافِ تقویٰ رویہ اور جھوٹے الزامات

(فرمودہ ۹؍جولائی ۱۹۳۷ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں ایک مضمون بیان کرنا شروع کیا تھا جس سے میری غرض یہ تھی کہ میں جماعت کو بتاؤں کہ وہ موجبات کیا ہیں جو مختلف اوقات میں فتنے پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں تا جماعت ان کا ازالہ کر کے جس حد تک انسانی کوششیں ان فتنوں کو رونما ہونے سے روک سکتی ہیں روکے اور پھر دعاؤں کے ذریعہ ان بقیہ حصوں کو روکنے کی کوشش کرے جو خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ لیکن اس دوران میں بعض ایسی باتیں پیدا ہوگئی ہیں کہ جن کی وجہ سے مجھے خوف ہے کہ عارضی ضرورتوں کیلئے مجھے کچھ عرصہ کیلئے اس سلسلۂ مضمون کو معطل کرنا پڑے گا سو اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس مضمون کو پھر کسی وقت بیان کروں گا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ مصری صاحب نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ یہ جو اعلان کیا گیا ہے کہ ان کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے، یہ غلط ہے وہ تو خود ہی بیعت سے الگ ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی میں نے سنا ہے کہ ایک صاحب نے کسی دوسرے دوست کے سامنے بیان کیا کہ مصری صاحب نے خط مجھے

دکھایا تھا یا یہ کہا کہ مجھے اس کا مضمون بتایا تھا۔اس خط میں تو انہوں نے آپ ہی بیعت توڑنے کا اظہار کیا تھا پھر یہ کہنا کہ انہیں جماعت سے الگ کیا جاتا ہے کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

وہ شخص جن کے پاس انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا انہوں نے مجھے تحریراً بھی اس امر کی اطلاع دے دی ہے۔لیکن میں اس کے متعلق افسوس سے کہتا ہوں کہ اگر وہ بات جو مصری صاحب کی طرف منسوب کر کے مجھے پہنچائی گئی ہے کہ انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ میری نسبت کہا یہ جاتا ہے کہ میں جماعت سے نکالا گیا ہوں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے نکالا نہیں گیا بلکہ میں خود نکلا ہوں درست ہے، یا کسی اور دوست اور ہمدرد کا خیال ہے تو میرے لئے یہ بات سخت حیرت کا موجب ہے۔کیونکہ یہ تمام باتیں تحریروں میں آچکی ہیں، زبانی نہیں۔پس اگر یہ باتیں درست ہیں تو بہت ہی قابلِ تعجب ہیں۔جو خط مصری صاحب نے مجھے لکھا وہ بھی میرے پاس موجود ہے اور جو میں نے اعلان کیا وہ بھی اخبار میں چھپ چکا ہے کوئی زبانی بات نہیں کہ جس میں ردّ و بدل ہو سکے بلکہ دونوں چیزیں تحریری ہیں اور ان کی موجودگی میں کسی قسم کی غلط فہمی کا واقع ہو جانا بہت ہی بعید از عقل ہے۔مصری صاحب نے مجھے تین خط میرے اعلان سے پہلے لکھے تھے۔ان میں سے جو آخری خط انہوں نے لکھا اس میں یہ مضمون تھا کہ چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر اگر فلاں امر نہ ہو جائے تو مجھے اپنی بیعت سے خارج سمجھیں۔یہ خط جسے اُن کا نوٹس سمجھنا چاہئے ایک لڑکا جو غالباً مدرسہ احمدیہ کا ہے میرے پاس لایا۔مجھے اس کی شکل دیکھ کر شبہ ہوا کہ وہ مصری صاحب کا لڑکا ہے مگر جب میں نے اس سے نام پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ مصری صاحب کا لڑکا نہیں اس نے اپنا نام بشارت الرحمٰن یا بشارت احمد بتایا تھا، مجھے صحیح یاد نہیں۔بہرحال اس کے نام میں بشارت کا لفظ آتا یہ خط مجھے ظہر کی نماز کے بعد تین بجے کے قریب ملا۔اس کے اندر جو مضمون ہے وہ محفوظ ہے اور جب وقت آئے گا اس کے مضمون کو اِنْشَاءَ اللّٰہ ظاہر کر دیا جائے گا۔ابھی ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا ظاہر کرنا ان کا کام ہے ہمارا نہیں۔اس خط میں منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ لکھی تھی کہ اگر فلاں فلاں امور آپ چوبیس گھنٹے کے اندر نہ کر دیں تو آپ مجھے اپنی جماعت سے علیحدہ سمجھیں۔اب ہر اُردو دان جو معمولی عقل و سمجھ بھی رکھتا ہو جانتا ہے کہ جو شخص یہ لکھتا ہے کہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر اندر فلاں امور نہ ہوئے تو مجھے اپنی جماعت سے علیحدہ سمجھیں وہ دوسرے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ ۲۴ گھنٹوں کے ختم ہونے تک میں آپ کی جماعت میں ہی شامل ہوں۔اگر ۲۴ گھنٹوں سے پہلے ہی وہ جماعت سے نکل چکا

تھا تو پھر ۲۴ گھنٹوں کے بعد بیعت سے نکلنے کے کیا معنے تھے۔ جو شخص کسی معیّن وقت کا نوٹس دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو فلاں وقت سے مجھے علیحدہ سمجھیں وہ دوسرے لفظوں میں یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ اُس وقت تک میں آپ کی جماعت میں ہی شامل ہوں۔ اب یہ خط مجھے تین بجے ملا اور میرا جو اعلان شائع ہوا ہے وہ دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے کے قریب لکھا گیا۔ گو اس قسم کا اعلان کرنے کے متعلق میں پہلے دن ہی جب مجھے وہ خط ملا فیصلہ کر چکا تھا لیکن پھر دل نے تسلیم نہ کیا کہ یونہی اعلان کر دیا جائے بلکہ میں نے چاہا کہ اس بارہ میں استخارہ اور مشورہ کر لیا جائے۔ چنانچہ رات کو استخارہ کیا گیا اور پھر صبح دس بجے کے قریب مختلف دوستوں کو میں نے بُلایا اور ان سے مشورہ لیا۔ اس کے بعد ساڑھے گیارہ بجے کے قریب وہ اعلان لکھا گیا اور بارہ ساڑھے بارہ بجے بورڈ پر لکھ دیا گیا۔ غرض تین بجے جو خط مجھے ملا اُس کے مطابق دوسرے دن تین بجے تک مصری صاحب میری بیعت میں شامل تھے۔ جب ۲۴ گھنٹے ختم ہو جاتے تب وہ وقت شروع ہوتا جب اپنے نوٹس کے مطابق وہ جماعت سے الگ ہونے والے تھے۔ پس اگر اس نوٹس کے دوران میں مَیں مصری صاحب کو جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کرتا تو بھی ان کا یہ اعتراض درست نہ ہوتا کہ نکلے تو ہم خود ہیں، یہ کس طرح کہتے ہیں کہ ہم نے نکالا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے ایسا اعلان بھی کوئی نہیں کیا۔ پس سارا اعتراض بنائے **فَاسِد عَلَی الْفَاسِدِ** کی قسم کا ہے اور جس کسی نے بھی یہ کہا ہے کہ میں نے انہیں جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کیا ہے میں اسے انعام دینے کیلئے تیار ہوں اگر وہ میرے اعلان میں اس قسم کے الفاظ دکھا دے۔ میری طرف سے اس بارہ میں جو اعلان ہوا وہ یہ ہے:

"مکرم شیخ صاحب! **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ**

آپ کے تین خط ملے۔ پہلے خط کا مضمون اس قدر گندہ اور گالیوں سے پُر تھا کہ اس کے بعد آپ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ آپ بیعت میں شامل ہیں اور جماعت احمدیہ میں داخل ہیں بالکل خلافِ عقل تھا۔ پس میں اس فکر میں تھا کہ آپ کو توجہ دلاؤں کہ آپ خدا تعالیٰ سے استخارہ کریں کہ اس عرصہ میں آپ کا دوسرا خط ملا جس میں فخر الدین ملتانی صاحب کی طرف سے معافی نامہ بھجوانے کا ذکر تھا۔ میں اس معافی نامہ کی انتظار میں رہا مگر وہ ایک غلطی کی وجہ سے میری نظر سے نہیں گزرا اور کل دس گیارہ بجے اس کا علم ہوا اور اُسی وقت اُن کو اس کی اطلاع کر دی گئی۔ اس کے چند گھنٹہ بعد آپ کا تیسرا خط ملا کہ اگر چوبیس

گھنٹہ تک آپ کی تسلی نہ کی گئی تو آپ جماعت سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ سو میں اس کا جواب بعد استخارہ لکھ رہا ہوں کہ آپ کا جماعت سے علیحدہ ہونا بے معنی ہے''۔

دیکھ لو اس جگہ میں نے یہ نہیں لکھا کہ میں آپ کو جماعت سے علیحدہ کرتا ہوں بلکہ میں نے یہ لکھا ہے کہ ''آپ کا جماعت سے علیحدہ ہونا بے معنی ہے۔'' اور یہ بات خود ان کے خط سے ظاہر ہے۔ کیونکہ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر چوبیس گھنٹہ تک ان کی تسلی نہ کی گئی تو انہیں جماعت سے علیحدہ سمجھا جائے۔ اس کے بعد میں نے لکھا:۔

''جب سے آپ کے دل میں وہ گند پیدا ہوا ہے جو آپ نے اپنے خطوں میں لکھا ہے آپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جماعت سے خارج ہیں''۔

یعنی کسی کے خارج کرنے کا سوال ہی نہیں بلکہ آپ اپنے عمل سے خود جماعت سے علیحدہ ہیں۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی مسلمان کہے میں محمد ﷺ کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹا سمجھتا ہوں لیکن میں اُس وقت مسلمان ہی رہوں گا جب تک مسلمان مجھے اسلام سے خارج نہیں کرتے۔ حالانکہ اس امر میں کسی کے خارج کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ میں محمد ﷺ کو (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) جھوٹا سمجھتا ہوں تو جس دن سے وہ آپ کو جھوٹا سمجھنے لگے اُسی دن سے وہ اسلام سے الگ ہو جائے گا۔ میں نے بھی انہیں یہی لکھا کہ جب سے آپ کے دل میں گندے خیالات پیدا ہوئے ہیں ''آپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں جماعت سے خارج ہیں''۔ کیونکہ خدا عالم الغیب ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ آپ کے دل میں ایسے خیالات کب سے پیدا ہوئے۔ لیکن بہرحال جب سے وہ خیالات آپ کے دل میں آئے اُسی وقت سے آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک جماعت سے علیحدہ ہیں۔

اس کے آگے میرے اعلان کی عبارت یہ ہے

''خدا تعالیٰ اب بھی آپ کو توبہ کی توفیق دے۔ پھر جب سے آپ نے میرے خط میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے اُسی وقت سے آپ جماعت سے میری نگاہ میں بھی الگ ہیں''۔

یعنی میں چونکہ بندہ ہوں اور مجھے علمِ غیب نہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ کے دل میں کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں لیکن جب سے مجھے ان خیالات کا علم ہوا ہے ''آپ جماعت سے میری نگاہ میں بھی الگ ہیں''۔ یعنی آپ کو خارج کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جب آپ کے خیالات ایسے ہو چکے ہیں کہ

میری مریدی کا تعلق ان کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں تو آپ کو خارج کرنے کے کوئی معنے نہیں ۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کہے میں آپ کے عقائد کو تسلیم نہیں کرتا یا آپ کی بیعت میں رہنے کیلئے تیار نہیں اور ہم یہ کہیں کہ نہیں تم ایک دفعہ بیعت کر چکے ہو اب ہم تمہیں الگ نہیں ہونے دیں گے ۔ ایمان کے معاملہ اور دُنیوی سَودوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے ۔ دُنیوی سَودوں میں تو ایک شخص جب اپنی چیز بیچ دیتا ہے تو پھر واپس نہیں لے سکتا ۔ دوسرا کہتا ہے میں اتنی سائی[1] دے چکا ہوں یا فلاں معاہدہ ہو چکا ہے اب تم اس معاہدہ سے نہیں پھر سکتے ۔ لیکن دینی معاملات میں جب کوئی شخص کہے کہ میں نظامِ جماعت سے بیزار ہوں یا فلاں عقائد ترک کرتا ہوں تو وہ اُسی وقت الگ ہو جائے گا ۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص کہے میں اسلام کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور ہم کہیں کہ تم ایک دفعہ اس کی سچائی کا اقرار کر چکے ہو اس لئے اب ہم تجھے جھوٹا نہیں سمجھنے دیں گے ۔

پس میں نے انہیں جو کچھ لکھا اس کا مطلب یہی تھا کہ چونکہ یہ دینی معاملہ ہے اور اس میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہوسکتا آپ کے دل میں جب سے وہ گند پیدا ہوا ہے خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اور جب سے آپ نے اسے مجھ پر ظاہر کیا ہے ’’آپ جماعت سے میری نگاہ میں بھی الگ ہیں ۔ لیکن اگر آپ کو میری تحریر کی ہی ضرورت ہے تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو ان خیالات کے پیدا ہونے کے دن سے ہی جماعت احمدیہ سے خارج ہیں‘‘ ۔ یعنی جب آپ نے مجھے پہلا خط لکھا تھا اُس وقت سے نہیں بلکہ جب سے آپ کے دل میں وہ خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے ، آپ جماعت احمدیہ سے خارج ہیں ۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا سمجھنا ایک مولوی اور ایک عالم کہلانے والے کیلئے کوئی مشکل ہو ۔ انہیں بہرحال پہلے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ اب میری بیعت کوئی بیعت نہیں ۔ لیکن وہ پہلا خط لکھتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا خط لکھتے ہیں اور میرے سامنے شرطیں پیش کئے جاتے ہیں اور پھر دوسرے کے بعد تیسرا خط لکھتے ہیں اور اس میں بھی شرطیں پیش کر دیتے ہیں ۔ جس کے سوائے اس کے اور کوئی معنے نہیں تھے کہ وہ میرے منہ سے کہلوانا چاہتے تھے کہ میں انہیں جماعت سے علیحدہ سمجھتا ہوں ۔ اسی لئے میں نے لکھا کہ اگر آپ کو میری تحریر کی ہی ضرورت ہے تو میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو اُسی وقت سے جماعت سے خارج ہیں جب سے آپ کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے ۔‘‘ اور ان خطوط کے بعد جو حال میں آپ نے مجھے لکھے ہیں میں بھی آپ کو جماعت سے

خارج سمجھتا ہوں اور اس کا اعلان کرتا ہوں''۔

اب میرے الفاظ کو غور سے پڑھو اور دیکھو کہ میں نے یہ نہیں لکھا کہ آپ کو میں جماعت سے خارج کرتا ہوں بلکہ یہ لکھا کہ آپ کو جماعت سے خارج سمجھتا ہوں اور اس کا اعلان کرتا ہوں۔ پس میں نے ان کے خروج کا صرف اعلان کیا ہے ورنہ وہ اُس وقت سے جماعت سے خارج تھے جب سے ان کے دل میں وہ خیالات پیدا ہوئے جن کا انہوں نے اپنے خطوط میں اظہار کیا ہے۔ اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا سمجھنا کسی کیلئے مشکل ہو۔ ایک شخص ہمارے پاس آئے اور کہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جھوٹے تھے، ان پر وحی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوتی تھی بلکہ افترا کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے اور پھر کہے خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں تو اُس کا یہ دعویٰ کس قدر جھوٹا ہوگا۔ اسی طرح ایک شخص جو جماعت کے امام اور خلیفہ کی نسبت ناپاک خیالات اپنے دل میں رکھتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہوں وہ اپنے دعویٰ میں یقیناً جھوٹا ہے بلکہ وہ اُسی وقت سے جماعت سے علیحدہ ہے جب سے اس نے ایسے خیالات اپنے دل میں رکھنے شروع کئے۔ اب ایک طرف انہیں علم کا دعویٰ ہے اور دوسری طرف اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ جب وہ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہتے ہیں کہ میں آپ کی بجائے کوئی اور خلیفہ جماعت سے منتخب کراؤں گا تو اس کے بعد ایک منٹ کیلئے بھی انہیں یہ خیال کس طرح پیدا ہوا کہ میں ابھی جماعت میں شامل ہوں۔ پس اس میں میرے نکالنے یا نہ نکالنے کا کوئی سوال نہیں۔ جب میری نسبت انہوں نے اس قسم کے خیالات ظاہر کرنے شروع کر دیئے تو میری نگاہ میں وہ اُسی وقت میری بیعت سے نکل گئے تھے۔ اگر محمد ﷺ اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو جس وقت کوئی شخص کہے گا آپ جھوٹے ہیں وہ اُسی وقت ان کی نگاہ میں اور ہر مومن کی نگاہ میں مسلمان نہیں رہے گا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہیں اور وہ یقیناً سچے ہیں تو جس وقت کوئی شخص کہے گا کہ آپ جھوٹے ہیں وہ اُسی وقت آپ کی نگاہ میں اور ہر مومن کی نگاہ میں احمدیت سے نکل جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک امام اور خلیفہ اپنے آپ کو سچا سمجھتا ہے تو جس وقت کوئی شخص اس امام اور خلیفہ کی نسبت کہے گا کہ وہ خلافت کا اہل نہیں تو وہ اُسی وقت اس کی بیعت سے الگ ہو جائے گا۔ پس اوّل تو اس میں اعلان کرنے یا نہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا مجھے خود اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن جو اعلان میں نے کیا ہے اس کا بھی ہرگز وہ مفہوم نہیں

جو کہا جاتا ہے۔ اعلان میں خارج کرنے کے الفاظ کہیں درج نہیں ہیں۔ میں نے انہیں صرف یہ لکھا ہے کہ آپ یہ کیا کہتے ہیں کہ میں ۲۴ گھنٹے کے بعد آپ کی بیعت سے نکلوں گا آپ تو اُسی وقت سے جماعت سے علیحدہ ہیں جب سے آپ کے دل میں وہ خیالات پیدا ہوئے۔ پس جھوٹ مَیں نے نہیں بولا بلکہ جھوٹ اُن معترضین نے بولا ہے جنہوں نے یہ کہا کہ میں نے مصری صاحب کو جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کیا ہے حالانکہ میں نے انہیں خارج نہیں کیا بلکہ ان کو جماعت سے خارج سمجھتے ہوئے ان کے خروج کا اعلان کیا ہے۔ اور اگر کوئی احمدی یہ کہے کہ مصری صاحب کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے تو اس کے بھی یقیناً یہی معنے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ طریقہ صرف اختصار سے بات کرنے کا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

غرض میری طرف سے صرف اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ مصری صاحب جماعت سے دیر سے نکل چکے ہیں اور آپ کا اپنے گندے خیالات کے باوجود یہ کہنا کہ ابھی تک آپ جماعت سے نہیں نکلے درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ گزشتہ ایام میں منافقت کا پردہ اوڑھ کر ہمارے اندر شامل رہے ہیں اور یہ واقعہ میں بہت بڑی شرمناک بات ہے کہ ایک شخص درحقیقت جماعت سے نکلا ہوا ہو لیکن اس کے باوجود وہ سلسلہ کا تنخواہ دار کارکن ہو اور اپنی پوزیشن سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے لوگوں میں پراگندگی پیدا کرنے کی کوشش کرے اور ان کے قلوب میں زہر بھرنا شروع کر دے۔ اسی کا نام منافقت ہے اور یہی میں نے انہیں بتایا کہ خدا کے نزدیک تو آپ اُسی وقت سے جماعت سے خارج ہیں جب سے آپ کے دل میں یہ خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے اور میرے نزدیک اسی وقت سے جب سے آپ نے ان خیالات کو مجھ پر ظاہر کیا پس آپ یہ کیا کہتے ہیں کہ ۲۴ گھنٹے کے بعد میں آپ کی بیعت سے نکلوں گا۔

دوسرے میں نے سُنا ہے کہ ان کے بعض ہم خیال یا ان سے ہمدردی رکھنے والے لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ جھوٹ بولا جاتا ہے کہ مصری صاحب جماعت سے نکل گئے ہیں مصری صاحب جماعت سے نہیں نکلے انہوں نے صرف بیعت سے علیحدگی کا اظہار کیا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کے خط میں بیعت سے علیحدگی کے ہی الفاظ ہیں جماعت سے الگ ہونے کے الفاظ نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ جماعت کسے کہتے ہیں۔ جماعت تو کہتے ہی اسے ہیں کہ چند آدمی اکٹھے ہوں۔ اور وہ اکٹھے مذہبی اور روحانی لحاظ سے بیعت کے ذریعہ ہی ہو سکتے ہیں، کسی اور طرح نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

''پیغامِ صلح'' میں غیر احمدیوں کے متعلق یہی تحریر فرمایا ہے کہ وہ پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔ کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وہ لوگ نہیں جو اِن کے نزدیک واجب الاطاعت ہو اور یہ کہ جماعت صرف میری ہی ہے جو ایک ہاتھ پر جمع ہے۔ تو جماعت اور بیعت لازم وملزوم ہیں اور دنیا میں وہ کون سا دستور ہے جس کے ماتحت جماعت تو ہو مگر بیعت نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ بیعت روحانی ہو یا جسمانی۔ مگر بہرحال کوئی جماعت بیعت کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی۔ مثلاً حکومتیں بیعت نہیں لیتیں لیکن وہ اپنے افسروں سے اطاعت کیلئے قسمیں لیتی ہیں۔ اسی طرح بادشاہ اور پریذیڈنٹ لوگوں سے قسمیں لیتے ہیں کہ وہ ان کے فرمانبردار رہیں گے۔ ابھی گزشتہ دنوں ہمارے نئے بادشاہ کی رسم تاجپوشی منائی گئی ہے اس موقع پر سب افسروں سے قسمیں لی گئی ہیں اور یہ قسمیں لینا بھی بیعت کی ایک قسم ہے ورنہ اگر بیعت نہ ہو یا قسم نہ ہو یا آپس میں کوئی عہد و پیمان نہ ہو تو وہ جماعت نہیں بلکہ افراد ہیں۔

جماعت کے معنے صرف یہ ہیں کہ وہ چند افراد جو ایک نظام کی پابندی کرنے والے ہوں اور کہتے ہوں کہ ہمیں جو بھی حکم ملے گا ہم اُس کی پابندی کریں گے۔ یہ اطاعت کا عہد ہمارے ہاں بیعت کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بعض قوموں میں اس کی ظاہری علامت قسم ہے اور بعض قوموں میں اور علامات ہیں۔ بہرحال جماعتیں کسی نہ کسی علامت کے ذریعہ اقرار کرتی ہیں کہ ہم حکومت یا نظام کی پابندی کریں گی۔ ان حالات میں جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں خلیفہ کی بیعت سے الگ ہوتا ہوں تو اس کے سوائے اس کے اور کوئی معنے نہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے اس نظام سے الگ ہوتا ہے جس میں وہ پہلے شامل تھا اور یہی ہم کہتے ہیں۔ ہم جب کہتے ہیں کہ فلاں شخص جماعت سے نکل گیا تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ ہمارے نظام سے وہ الگ ہوگیا اور ہماری اطاعت کے عہد کو اس نے توڑ دیا ہے۔ یہ معنے نہیں ہوتے کہ وہ پیغامیوں میں سے نکل گیا یا اگر مصری صاحب نے کوئی اپنا مخفی بیعت نامہ جاری کیا ہوا ہے تو اس بیعت سے الگ ہوگیا ہے۔ ہم جب بھی یہ کہیں گے کہ فلاں شخص جماعت سے الگ ہوگیا تو اس کے نہ یہ معنے ہوں گے کہ وہ انگریزی حکومت سے نکل گیا نہ یہ معنے ہوں گے کہ وہ جرمنی حکومت سے نکل گیا۔ نہ یہ معنے ہوں گے کہ وہ پیغامیوں میں سے نکل گیا بلکہ اس کے صرف یہ معنے ہوں گے کہ وہ ہماری جماعت کے خلیفہ اور امام کی بیعت سے نکل گیا۔ یہی بات ہے جو میں اپنے خطبوں میں کئی دفعہ بیان کرچکا ہوں کہ جب کوئی شخص ہماری جماعت میں سے نکل جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ احمدیت سے نکل گیا۔

چنانچہ میں نے اپنے بعض خطبوں میں بھی یہ بیان کیا ہوُا ہے کہ احمدیت سے نکالنا میرا کام نہیں ۔ ہاں جماعت سے نکالنا میرا اختیار ہے اور یہ کہ جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو احمدی کہے گا ہم بہرحال اسے احمدی کہیں گے بشرطیکہ کوئی وجہ اس میں ایسی نہ پائی جائے جو مذہباً اسے احمدیت سے نکال دیتی ہو۔ پھر میں نے یہاں تک کہا ہوا ہے کہ احمدیت سے نکالنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی کام نہیں بلکہ اپنے مذہب سے خارج کرنا کسی نبی کا بھی کام نہیں ۔ مذہب سے خدا ہی نکال سکتا ہے، نبی بھی نہیں نکال سکتا۔ پس جماعت سے نکالا جانا ایک اصطلاح ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ وہ شخص ہمارے نظام سے الگ ہو گیا۔ باقی یہ کہ اس کے بعد اس کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایمان رہا ہے یا نہیں، اس کے متعلق فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی کام نہیں ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی احمدیت سے اُسے ہی خارج سمجھیں گے جو وہ امور کرے جن کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انسان کے مذہب سے خارج ہو جانے کا فیصلہ فرمایا ہو۔ ہم بھی ایسے ہی شخص کے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ احمدیت سے نکل گیا ہے۔ اور جب ہم کسی شخص کو جماعت سے خارج کرتے ہیں تو اس کے معنے صرف یہ ہوتے ہیں کہ نظامِ سلسلہ سے اس کے خروج کے متعلق ہم اعلان کرتے ہیں ۔ اگر جماعت سے الگ ہونے کے بعد وہ احمدیت ترک نہ کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کامل ایمان رکھیں تو ہم کون ہیں جو انہیں احمدیت سے نکال سکیں ۔

پس مصری صاحب کا یہ اعتراض کہ میں نے تو کہا تھا میں آپ کی بیعت سے الگ ہوتا ہوں اور میرے متعلق کہا یہ جا رہا ہے کہ میں جماعت سے الگ ہو گیا ہوں ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی شخص کہے میں نے فلاں شخص کو اپنی چار دیواری سے نکلنے کو کہا تھا، گھر سے نکلنے کیلئے تو نہیں کہا تھا۔ جب چار دیواری کا نام ہی گھر ہے تو جب کوئی شخص چار دیواری میں سے نکل گیا وہ گھر میں سے بھی نکل گیا۔ اسی طرح جماعت جب نام ہے اُس نظام کا جو بیعت کے ذریعہ قائم ہے تو جب ایک شخص بیعت سے نکل گیا تو اُسی وقت وہ جماعت سے بھی علیحدہ ہو گیا۔ ہاں اگر وہ اپنی جماعت بنالیں جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نیا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں تو انہیں خوارج کی جماعت میں شامل سمجھ لیا جائے گا۔ ہماری جماعت سے تو وہ یقیناً نکل چکے ہیں ۔ ہاں اگر خدانخواستہ جماعت احمدیہ کسی وقت سب کی سب ان کے ساتھ شامل ہو جائے تو پھر چونکہ اور کوئی جماعت نہیں رہے گی اس لئے انہی کی جماعت جماعت کہلا سکے گی ۔لیکن اگر خدا تعالیٰ کے

فضل سے ہماری جماعت قائم رہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے یہ جماعت بہرحال صداقت پر قائم رہے گی اور بڑھے گی اور بڑھتی چلی جائے گی اور اس کے تمام دشمن ناکام و نامراد رہیں گے تو ان کا یہ کہنا کہ میں بیعت سے نکلا ہوں جماعت سے نہیں نکلا، اس سے زیادہ بیوقوفی اور حماقت کی بات اور کم ہی ہوگی۔

خود رسول کریم ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے اسلام اور جماعت میں فرق کیا ہے۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ پر ایمان لانا اسلام پر ایمان لانا ہے اور جو شخص آپ پر ایمان نہیں لاتا وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَلَيْسَ مِنَّا [۲] کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا وہ ہم میں سے نہیں۔ اب یہاں رسول کریم ﷺ نے دو چیزیں علیحدہ علیحدہ بیان فرمائی ہیں۔ ایک اسلام اور ایک جماعت۔ اگر فَلَيْسَ مِنَّا سے مراد صرف جماعت ہی لی جائے تو یہ کہنا کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہؤا وہ جماعت سے علیحدہ ہوگیا، بے معنی فقرہ ہو جاتا ہے۔ جو شخص جماعت سے بالشت بھر الگ ہو جائے وہ بہرحال الگ ہو جاتا ہے اس کیلئے فَلَيْسَ مِنَّا کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہا جائے کہ جو مر گیا سو مر گیا۔ جو مر جاتا ہے وہ بہرحال مر جاتا ہے۔ اس کیلئے ''سو مر گیا'' کہنا بے معنی ہے۔ یا کہا جائے جس نے روٹی کھالی سو کھالی۔ جو سو گیا سو سو گیا۔ جس طرح ان فقروں کا کوئی مفہوم نہیں۔ اسی طرح اگر فَلَيْسَ مِنَّا کے یہی معنے سمجھے جائیں کہ وہ جماعت سے الگ ہو گیا تو فقرہ یُوں بن جاتا ہے کہ جو جماعت سے الگ ہو گیا وہ جماعت سے الگ ہو گیا۔ لیکن میں جیسا کہ بتا چکا ہوں یہ بے معنی فقرہ ہو جاتا ہے۔

پس حقیقتاً اس کے معنے یہی ہیں کہ وہ شخص جو جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کا وجود ایمانیات میں شامل ہے سے علیحدہ ہوتا ہے۔ پس جماعت اور اسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ بیان کیا ہے مگر ساتھ ہی فرما دیا کہ جماعت سے الگ ہونا کوئی معمولی بات نہیں کیونکہ جو شخص جماعت سے الگ ہوتا ہے اس کے اسلام میں بھی رخنہ پڑ جاتا ہے اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جُدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام تمدنی مذہب ہے اور اس کے بہت سے احکام ایسے ہیں جو جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص جماعت سے الگ ہو جائے تو وہ ان احکام کی پابندی نہیں کر سکتا۔ یہی دیکھ لو اس زمانہ میں ہمیں حکم ہے کہ ہم احمدیت کی تبلیغ دنیا کے

کناروں تک پہنچائیں ۔اب یہ تبلیغ ایک جماعت ہونے کی وجہ سے ہم کر رہے ہیں مگر یہ تین آدمی جو ہم سے الگ ہوئے ہیں کونسی تبلیغ کر رہے ہیں ۔ پس یہ ان کاموں سے محروم ہو گئے ہیں جو بحیثیت جماعت کئے جاتے ہیں اور جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے۔ اسی طرح اور بیسیوں کام ہیں جو جماعت سے الگ ہو کر نہیں کئے جا سکتے اور وہ ان تمام کاموں کے ثواب سے محروم رہیں گے۔ پس جب انسان جماعت سے الگ ہوتا ہے تو بیسیوں نیکی کے کاموں سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ بیشک جو انفرادی کام ہوں وہ الگ بھی کر سکتا ہے مگر جو جماعتی کام ہوں اور جن میں ایک جتھے اور نظام کی ضرورت ہو وہ بغیر جماعت کے نہیں کئے جا سکتے ۔ مثلاً نماز وہ الگ پڑھ سکتے ہیں، زکوٰۃ وہ الگ دے سکتے ہیں، گو زکوٰۃ کی تقسیم جس رنگ میں اسلام چاہتا ہے وہ انفرادی طور پر نہیں کر سکتے کیونکہ اس کیلئے بھی ایک جماعت اور نظام کی ضرورت ہے۔ اسی طرح وہ اکیلے اکیلے جہاد نہیں کر سکتے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کیلئے بھی ایک جماعت اور نظام کی ضرورت ہے۔ تعلیم و تربیت بھی جماعت سے تعلق رکھتی ہے۔ ۔تبلیغ بھی جماعت کے ذریعہ ہو سکتی ہے اور یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ جب بھی کوئی شخص جماعت سے الگ ہوتا ہے وہ ان کاموں میں حصہ لینے سے محروم ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ صرف وہ جماعت سے الگ ہوتا ہے بلکہ اس کے اسلام میں بھی رخنہ پڑ جاتا ہے۔ اس کیلئے موقع تھا کہ وہ جماعت کے ساتھ شامل ہو کر خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری میں حصہ لیتا مگر اس نے الگ ہو کر ثواب کے دروازہ کو اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کر لیا۔ اب جب سے یہ تینوں آدمی الگ ہوئے ہیں اور ان کے دلوں کا گند ظاہر ہوا ہے اُس وقت سے ہماری طرف سے جو تبلیغ بیرونِ ہند اور اندرونِ ہند میں ہو رہی ہے اس کا ثواب ان لوگوں کو تو پہنچتا ہے جو ہماری جماعت میں شامل ہیں مگر ان کو نہیں پہنچ سکتا جو جماعت سے الگ ہو گئے ہیں۔ پس وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں لندن میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں بوڈا پسٹ[۳] میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں امریکہ میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں جاپان میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں چین میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں فلسطین میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں شام اور مصر میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں گولڈ کوسٹ اور نائیجیریا میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں مشرقی افریقہ، ماریشس، سیلون اور سٹریٹ سیٹلمنٹس میں ہوئی، وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں جاوا اور سماٹرا میں ہوئی اور وہ تبلیغ جو اِس زمانہ میں روم اور یوگوسلاویہ میں ہوئی ان تمام تبلیغوں کے ثواب میں ہر وہ شخص حصہ دار ہے جو ہماری جماعت میں شامل

ہے مگر یہ تین شخص اس تبلیغ کے ثواب میں شریک نہیں۔ پس جو ثواب جماعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب انسان جماعت کے ساتھ شامل ہو۔لیکن جب کوئی جماعت سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ ان نیکیوں اور ثواب کے ان تمام کاموں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح اس کے اسلام میں بھی رخنہ واقع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا **مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَلَيْسَ مِنَّا** جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے الگ ہوا اُس کے اسلام میں رخنہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہمارا نہیں رہتا۔ اور جب رسول کریم ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ وہ ہمارا نہیں رہتا تو ہمارے سے مراد آپ کی یقیناً اسلام ہے یعنی اس کے نتیجہ میں اس کے اسلام میں بھی رخنہ پڑ جاتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ مصری صاحب اور ان کے ساتھیوں نے جو قدم اٹھایا تھا وہ ایسا اہم تھا کہ اس کے بعد چاہئے تھا وہ خشیت اللہ سے لبریز ہو جاتے ، توبہ و استغفار میں لگ جاتے ، دعاؤں سے کام لیتے اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے اس کی مدد چاہتے۔ مگر مجھے تعجب اور افسوس ہے کہ بجائے اس کے کہ ان کے دلوں میں خشیت اللہ پیدا ہوتی وہ ایسے کاموں میں لگ گئے جو عام نیکی اور تقویٰ کے بھی خلاف ہیں اور اس قسم کے غلط واقعات شائع کر رہے ہیں کہ جسے کوئی ایماندار شخص جائز نہیں سمجھ سکتا۔ چنانچہ جماعت اور اس کے نظام پر وہ بے بنیاد الزام لگا رہے ہیں اور جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت ہے تو وہ کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے۔ مثلاً شروع میں ہی انہوں نے کہہ دیا کہ جماعت کے اندر ایک بہت بڑا بگاڑ پیدا ہو چکا ہے جو ''بہت سے لوگوں کو دہریت کی طرف لے جا چکا ہے اور بُہتوں کو لے جانے والا ہے''۔ اب یہ کتنا بڑا اتہام ہے جو جماعت احمدیہ پر لگایا گیا۔ دہریہ کے معنے یہ ہیں کہ ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی ذات کا منکر ہے۔ اگر مصری صاحب کے منہ پر انہیں جا کر کوئی شخص بے ایمان کہہ دے تو وہ شور مچا دیں گے یا نہیں؟ اگر مصری صاحب کو کوئی منافق کہہ دے تو وہ کہیں گے یا نہیں کہ مجھے گالیاں دی جا رہی ہیں۔ اگر مصری صاحب کے متعلق کوئی شخص کہہ دے کہ وہ وفاتِ مسیح کے قائل نہیں رہے تو وہ اس شور سے آسمان سر پر اُٹھا لیں گے کہ نہیں کہ دیکھو یہ جماعت تقویٰ سے کس قدر گر گئی۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ میں وفاتِ مسیح کا قائل نہیں حالانکہ میں قائل ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی کہہ دے کہ مصری صاحب نماز پڑھنے کے قائل نہیں تو وہ جھٹ شور مچا دیں گے اور کہیں گے دیکھا یہ کیسے بُرے لوگ ہیں مجھ پر سراسر جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے کہ میں نمازوں کا قائل نہیں رہا حالانکہ میں قائل ہوں۔ غرض جو جو

تفصیلاتِ عقائد یا جزئیاتِ اعمالِ صالحہ ہیں ان میں سے کسی ایک کے متعلق ہی یہ کہنے پر کہ وہ اس کے قائل نہیں رہے وہ طیش میں آ جائیں گے۔ مگر جماعت احمدیہ کے متعلق سراسر جھوٹے اور بے بنیاد الزام شائع کرنے اور اس کی طرف بالکل غلط باتیں منسوب کرنے کے باوجود بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کو ان کی باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے اور طیش میں نہیں آنا چاہئے۔ ان کو یہ جھوٹی خبر اور بے بنیاد خبر سن کر تو سخت تکلیف ہوئی کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے لاہور میں کہا ہے کہ مصری صاحب کو اس لئے ٹھوکر لگی کہ انہوں نے اپنی لڑکی خاندانِ نبوت میں رشتہ کیلئے پیش کی تھی، مگر رشتہ نہ لیا گیا۔ حالانکہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اس بات سے انکار کرتے اور لکھتے ہیں کہ ''میں نے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے شیخ صاحب نے بے احتیاطی سے کام لیتے ہوئے میری نسبت غلط طور پر راوی کی غلط بیانی کی بناء پر کہہ دیئے ہیں جو محض تہمت اور بُہتان ہے''۔ لیکن میرا تقویٰ دیکھو میں نے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو لکھوایا کہ بعض دفعہ انسان بات کہہ کر بُھول بھی جاتا ہے آپ اچھی طرح سوچ لیں اور جماعت سے بھی دریافت کر لیں کہ ان میں سے کسی شخص کے سامنے آپ نے یہ بات تو نہیں کہی مگر انہوں نے پھر بھی یہی لکھا کہ میں نے کسی شخص کے سامنے یہ بات نہیں کہی۔

پس انہیں اپنے متعلق ایک چھوٹی سی بات سُن کر تو طیش آ گیا اور فوراً ایک اشتہار شائع کر دیا۔ مگر جماعت احمدیہ جو خدا تعالیٰ کی آخری جماعت ہے، جو خدا تعالیٰ کے آخری مامور کو ماننے والی جماعت ہے، جو اصحاب الصفہ کی جماعت ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرماتا ہے کہ تجھے کیا معلوم یہ پاکباز غریب جو تیری جماعت میں شامل ہیں ان کی خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا شان ہے وہ اس جماعت کے متعلق یہ نہیں کہتے وہ نماز کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ روزے کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ حج کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ زکوٰۃ کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ دیانت و امانت کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ مسیح موعود کی منکر ہے یہ نہیں کہتے وہ محمد ﷺ کی منکر ہے، یہ نہیں کہتے وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ عَلَیۡھِمَا السلام کی منکر ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ ہی کی منکر ہے۔ کَبُرَتۡ کَلِمَةً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ [۴] بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلی۔ اب کیا یہ معمولی بات ہے جو انہوں نے کہی کہ بہت سے لوگ جماعت احمدیہ میں سے دہریہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دہریہ ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کیا یہ ایک معمولی سا الزام ہے کہ اس پر ہم خاموش ہو کر بیٹھ جائیں اور اس کے خلاف

اظہارِ نفرت نہ کریں یا ان سے اس الزام کا ثبوت طلب نہ کریں۔ مگر باوجود اس کے کہ ان سے بار بار یہ مطالبہ کیا جا چکا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو جماعت میں سے دہریہ ہو چکے ہیں ہمارے سامنے پیش کریں اور ان کے نام بتائیں وہ بالکل خاموش ہیں۔ ان کی بیٹی کی شادی کا معاملہ آ جائے تو وہ اشتہار دینے لگ جاتے ہیں مگر دوسروں کے ایمان پر وہ تبر چلا رہے ہیں۔ انہیں نہ صرف تمام صداقتوں کے منکر بلکہ خدا تعالیٰ کا منکر قرار دے رہے ہیں اور پھر جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیا یہی تقویٰ اور دیانت ہے؟ اور کیا ان کی پوتی کا دودھ اس سے زیادہ قیمتی ہے جتنا جماعت کے ایمان کا معاملہ قیمتی ہے۔ کیا پہرے کا سوال زیادہ قابل ذکر ہے اور جماعت کے دہریہ ہونے کا سوال قابلِ ذکر نہیں؟ کیا ان کے گھر میں کسی کا دُوربین سے دیکھ لینا زیادہ قابلِ توجہ فعل ہے اور جماعت کے ایمان کا سوال قابلِ توجہ نہیں؟ مگر وہ کہتے ہیں چھوڑ دو اس سوال کو کہ جماعت دہریہ ہوگئی ہے یا نہیں، آؤ ان باتوں کا فیصلہ کریں کہ ان کی پوتی کا دودھ کس نے بند کیا۔ کیونکہ ان کی خاموشی کے سوا اس کے اور کچھ معنے نہیں کہ وہ اپنے عمل سے بتا رہے ہیں کہ اس سوال کو جانے دو اور ان باتوں کی طرف توجہ کرو جو میں نے پیش کیں۔ آخر جب کوئی دوسرے پر اتنا بڑا الزام لگاتا ہے تو کیسی بے ایمانی ہے کہ اس الزام کو ثابت نہیں کیا جاتا اور معمولی معمولی باتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ان لوگوں پر جو خدا تعالیٰ کو دیکھ کر ایمان لائے جو دنیا میں ایمان قائم کرنے کیلئے کھڑے ہوئے یہ الزام لگاتے اور نہایت ہی جھوٹا اور ناپاک بُہتان باندھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر دہریہ ہو چکے ہیں اور بہت سے دہریہ ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مگر جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اس ناپاک الزام کو ثابت کریں تو کہتے ہیں اس سوال کو رہنے دو اور آؤ اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ میری پوتی کا دودھ کس نے بند کیا۔ اس سے زیادہ بیوقوفی اور حماقت اور کیا ہوگی۔ وہ ایک گھر کو آگ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں اس آگ کو نہ بجھاؤ آؤ اور یہ دیکھو کہ میرا سگریٹ کس نے جلایا۔ وہ ایک کو قتل کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس قتل کی کیا تحقیق کرنی ہے مجھے آج چھینکیں آئی ہیں ان چھینکوں کے آنے کی وجہ دریافت کرو۔ وہ ایسا خطرناک الزام جماعت پر لگاتے ہیں کہ جس الزام سے بڑھ کر اور کوئی الزام نہیں ہوسکتا، وہ جماعت کے سینہ میں ناسور ڈالتے اور پھر کہتے ہیں جماعت ٹھنڈے دل سے غور کرے اور بتائے کہ وہ چھوٹی چھوٹی تکلیفیں انہیں کیوں پہنچیں۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ انہیں وہ تکلیفیں پہنچیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اتنا بڑا الزام لگانے کے بعد ان کا یہ خیال کرنا کہ پہلے

ان امور کی تو تحقیق ہو اور جماعت پر دہریت کا الزام لگا کر وہ خاموش ہو جائیں یا تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود دہریہ ہیں اور اس الزام کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اور یا یہ کہ ان کے دماغ میں نقص ہے۔ بہرحال ایک مومن جو اپنے ایمان کی قدر کو جانتا اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی قیمت کو پہچانتا ہے وہ تو کبھی اس الزام کو سُن کر خاموش نہیں ہوسکتا اور وہ تو اس کے ثبوت کا ان سے مطالبہ کرتا رہے گا کیونکہ یہ الزام کسی فرد پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی مقدس جماعت پر ہے اور سچ یہ ہے کہ اگر یہ الزام ان کا درست ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔ پس ایک سچا احمدی اس الزام کے بعد تسلّی نہیں پا سکتا جب تک اسے دور نہ کر لے اور مصری صاحب کو جھوٹا نہ ثابت کرے۔

بہرحال وہ خواہ خاموش رہیں مگر میں ان کے دوسرے الزامات کے متعلق بھی خاموش نہیں رہنا چاہتا۔ مصری صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے گھر کی ناکہ بندی کی گئی ہے، ضرویاتِ زندگی کے حصول میں روکیں پیدا کی جارہی ہیں، دُکانداروں کو سَودا دینے سے روکا جاتا ہے، بھنگن کو کام کرنے سے منع کیا گیا ہے، غیر احمدی مزدوروں کو کام کرنے سے روکا گیا ہے، اُن کی پوتی کا دودھ بند کیا گیا ہے، غیر احمدی ملازمہ کو گھر میں کام کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور یہ کہ جب وہ باہر نکلتے ہیں تو ان پر چند لونڈے مسلّط ہوتے ہیں جو اِن کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں۔ پھر ۴ جولائی کو ۱۵، ۱۶ نوجوان جو لاٹھیوں اور ہاکیوں سے مسلح تھے آئے اور ان کے گھر کی ناکہ بندی کر لی اور گھر کو دُوربین لگا کر اندر سے دیکھا۔ یہ وہ الزامات ہیں جو جماعت احمدیہ کے خلاف انہوں نے شائع کیے۔ میں سمجھتا ہوں ان حالات میں جبکہ وہ ہماری جماعت پر یہ خطرناک الزام لگا رہے ہیں کہ یہ جماعت دہریہ ہوگئی اور وہ ہمارے مطالبات کا جواب تک دینے کیلئے تیار نہیں ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ ہم سے اپنی تکلیفوں کے متعلق تحقیقات کا مطالبہ کریں۔ ہماری جماعت لاکھوں کی جماعت ہے۔ لیکن اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو گورنمنٹ کی مردم شماری کے رُو سے ہی ۱۹۳۰ء میں صرف پنجاب میں ہماری جماعت چھپن ہزار تھی جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سارے ہندوستان میں کم از کم ہماری جماعت ایک لاکھ ہے۔ اب ایک لاکھ میں بہت سے لوگوں کے دہریہ ہو جانے کا مطلب تو یہ ہے کہ پچاس ساٹھ ہزار ایسے لوگ ہیں جو دہریہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اگر پچاس ساٹھ ہزار نہ سہی تو کم از کم دو چار ہزار ایسے لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو دہریہ ہو چکے ہوں۔ کیونکہ اگر خالی

بہت کا لفظ استعمال کیا جائے تو اور بات ہوتی ہے اور ضروری نہیں ہوتا کہ اس سے ہزاروں لوگ مراد ہوں لیکن جب ایک ایسی جماعت کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا جائے گا جو کئی لاکھ افراد پر مشتمل ہے تو اس سے یقیناً ہزاروں لوگ ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اندازہ میں ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے۔ گولڈ کوسٹ میں ہی گورنمنٹ کی مردم شماری کے مطابق ہمارے چوبیس ہزار احمدی ہیں۔ پس اگر گولڈ کوسٹ میں چوبیس ہزار احمدی ہو سکتے ہیں تو یقیناً ساری دنیا کے احمدی دس لاکھ سے کسی صورت میں کم نہیں۔ لیکن اگر دس لاکھ نہ مانو اور صرف ایک لاکھ لے لو تب بھی پچاس ساٹھ ہزار اور کم از کم دو چار ہزار ایسے لوگ ضرور ہونے چاہئیں جو ان کے نقطۂ نگاہ میں دہریہ ہو چکے ہیں۔ لیکن اتنا بڑا الزام لگانے کے بعد جب ان سے دریافت کیا جاتا ہے کہ ان تمام لوگوں کے نام بتائیں تو خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ جس سے ہر حق پسند انسان یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہے کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور دیانت کو ترک کرتے ہوئے صرف جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب جبکہ ان سے مطالبہ کیا جاتا ہے تو وہ ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے یونہی لوگوں کے نام لینے شروع کر دیئے تو وہ ہم پر نالشیں کریں گے، مقدمے چلائیں گے اور کہیں گے انہوں نے ہماری عزت پر حملہ کر دیا۔ ورنہ اگر سچ مچ جماعت میں سے اکثر لوگ دہریہ ہو چکے ہوتے تو کیا ان کے نام بتانے میں انہیں کوئی ڈر ہو سکتا تھا؟ اگر میاں فخرالدین اور عبدالعزیز کو جو باوجود ایک عرصہ سے شکوک وشبہات پیدا ہونے کے ظاہر ہونے کی جرأت نہیں کر سکے ڈر نہیں آیا تو جو لوگ دہریہ ہو چکے ہوں انہیں کس بات سے ڈر آ سکتا ہے۔ مگر واقعہ یہی ہے کہ انہوں نے جماعت پر جھوٹا الزام لگایا اور اب اس ڈر کے مارے نام نہیں بتاتے کہ اگر کسی کا نام لیں گے تو پھنس جائیں گے۔ لیکن ایک طرف اس قدر خاموشی اور دوسری طرف یہ شور مچائے جا رہے ہیں کہ ان کی پوتی کا دودھ بند کر دیا گیا۔ حالانکہ قادیان میں جتنی گائیں، بھینسیں احمدیوں کے پاس ہیں اس سے دُگنی، تگنی گائیں بھینسیں غیر احمدیوں، ہندوؤں اور سکھوں کے پاس ہیں۔ پس جو چیز نہایت آسانی سے انہیں قادیان سے میسر آ سکتی ہے بلکہ اگر کئی من دودھ چاہیں تو بھی انہیں مل سکتا ہے وہ اس کی تحقیقات تو کرانا چاہتے ہیں مگر جماعت پر اتنا بڑا حملہ کر کے اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

اب جو واقعات انہوں نے مظالم کے نام سے شائع کئے ہیں، میرے نزدیک ان کے متعلق تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ جماعت پر اتنا بڑا اتہام لگا کر

جماعت سے ہی کہتے کہ وہ ان کی تکلیفوں کے متعلق تحقیق کرے۔ انہوں نے جماعت کے دلوں میں ایک آگ لگادی ہے، ان کے سینوں میں یہ کہہ کر ناسور ڈال دیئے ہیں کہ جماعت کا اکثر حصہ دہریہ ہو گیا ہے۔ مگر دوسروں کے گھروں کو آگ لگا کر انہیں بلاتے اور کہتے ہیں آؤ اور میرے چولہے میں پانی ڈالو۔ پس اس الزام کے بعد ہرگز ان کا کوئی حق نہ تھا کہ میں تحقیقات کرتا اور دریافت کرتا کہ مصری صاحب جو کچھ کہہ رہے تھے وہ کہاں تک درست ہے۔ مگر جب میرے پاس رپورٹ پہنچی تو میں نے تَـرَحُّمًا ناظر صاحب امورِ عامہ کو بلایا اور انہیں کہا کہ وہ تحقیقات کریں اور رپورٹ کریں کہ ان واقعات میں کس حد تک اصلیت ہے۔ اور اگر کسی کی غلطی معلوم ہو تو اُس کا معاملہ پیش کریں۔ اس پر انہوں نے مصری صاحب کو چِٹّھی لکھی کہ آپ اُن مزدوروں کے نام بتائیں جنہیں کام کرنے سے روکا گیا اور اُن دُکانداروں کے نام بتائیں جنہوں نے سَودا دینے سے انکار کیا تا اس کے متعلق تحقیقات کی جائے اور اگر کسی شخص کا قصور ثابت ہو تو اسے مناسب سزا دی جائے۔ اس کا جو جواب مصری صاحب نے دیا اس کے متعلق میں نے ہدایت کر دی تھی کہ وہ تمام مساجد میں سنا دیا جائے۔ اور میں بھی تفصیل سے ابھی اس کا ذکر کروں گا۔ فِی الحال میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مصری صاحب نے نام پیش کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر مجبوراً ناظر صاحب امورِ عامہ کو خود تحقیقات کرنی پڑی اور انہوں نے تحقیق کر کے جو رپورٹ کی وہ یہ ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کے گھر کی ناکہ بندی کی گئی یہ بالکل غلط ہے۔ ناکہ بندی کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ نہ گھر سے کسی شخص کو نکلنے دیا جائے اور نہ باہر سے کسی شخص کو گھر میں داخل ہونے دیا جائے۔ مصری کہلا کر اگر اب وہ اردو بھول گئے ہوں اور ناکہ بندی کی جو اصطلاح ہے اس کے معنے اُن کے ذہن سے اُتر گئے ہوں تو یہ اور بات ہے لیکن یہ بات معمولی علم رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ ناکہ بندی کسے کہتے ہیں۔ یہاں پولیس کے سپاہی موجود ہیں ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ ناکہ بندی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص کہے گا کہ ناکہ بندی اسی کا نام ہے کہ نہ کسی کو گھر کے اندر جانے دیا جائے اور نہ کسی کو گھر سے باہر نکلنے دیا جائے۔ اب اگر یہ صحیح ہے کہ ان کی ناکہ بندی کی گئی تو ان کا یہ اگلا فقرہ کس طرح درست ہے کہ ''میرے اوپر چند لونڈے مسلط کئے ہوئے ہیں کہ جدھر میں جاؤں وہ سایہ کی طرح میرے پیچھے آئیں''۔

جب ان کے مکان کی ناکہ بندی کی جا چکی ہے تو سوال یہ ہے کہ وہ گھر سے باہر کس طرح

آ جاتے ہیں اور اگر واقعہ میں ناکہ بندی ہے تو میاں فخر الدین اور حکیم عبدالعزیز ان کے مکان پر کس طرح پہنچ جاتے ہیں۔ ناکہ بندی کی صورت میں تو کوئی شخص مکان کے اندر داخل نہیں ہوسکتا اور نہ باہر نکل سکتا ہے۔ ہاں اس سے ہمیں انکار نہیں کہ بعض پہرہ دار امور عامہ نے یہ دیکھنے کیلئے مقرر کئے ہوئے ہیں کہ وہ منافقین جن کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہیں، کون کون ہیں۔ یہی وہ بات ہے جس کا انہیں دراصل شکوہ ہے اور کہتے ہیں ہمارے دوستوں کو ہم سے ملنے کیوں نہیں دیتے۔ حالانکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں ان سے ملنے جارہا تھا مگر مجھے ملنے سے روک دیا گیا۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ جانے والے جائیں تا ہمیں پتہ لگے کہ کون لوگ دل سے ان کے ساتھ ہیں اور ہمیں دھوکا دے رہے ہیں تا انہیں بھی ہم جماعت سے نکال دیں۔ پس ہماری غرض یہ نہیں کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرے بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ اگر کوئی ان سے بات کرنے والا ہے تو اس کا ہمیں علم ہوجائے اور وہ ہمارے اندر سے نکل جائے۔

پس ہمارے آدمی پہرہ پر اس لئے مقرر نہیں کہ کسی کو روکیں بلکہ اس لئے مقرر ہیں کہ جب کوئی وہاں جائے تو اس کی خدمت میں یہ عرض کردیں کہ اب آپ یہیں تشریف رکھیں ہمارے ساتھ آپ کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح اگر مصری صاحب کی حرکات کی کوئی شخص نگرانی کرتا ہے تو یقیناً اس لئے کہ اسے معلوم ہوجائے کہ مصری صاحب کس کس شخص کے ہاں جاتے ہیں تا جماعت ان لوگوں سے درخواست کرے کہ منافقت کی کیا ضرورت ہے تم دلیری سے ان کے ساتھ شامل ہوجاؤ۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جو قانوناً، اخلاقاً یا مذہباً معیوب اور ناروا ہو۔ ہر مذہبی جماعت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی جماعت کے لوگوں کی نگرانی کرے اور ہم بھی ان کی اسی لئے نگرانی کرتے ہیں تا ہمارے اندر وہی رہے جو ہمارا ہم خیال ہو اور جو ہمارا ہم خیال نہیں وہ ہم سے علیحدہ ہوجائے۔ یہ حق ہر مذہبی جماعت کو حاصل ہے اور اسی حق کا ہم استعمال کررہے ہیں۔ اس کا نام ناکہ بندی رکھنا بتاتا ہے کہ مصری صاحب گویا اس ملک کے باشندے ہی نہیں اور وہ عربی ہی جانتے ہیں، اُردو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ پس جو پہرہ ہے وہ مصری صاحب پر نہیں بلکہ اپنے لوگوں پر ہے، یہ دیکھنے کیلئے کہ ان سے کون ملتا ہے۔ پس پہرہ دار اس لئے کھڑے نہیں کئے گئے کہ مصری صاحب کسی سے نہ ملیں بلکہ اس لئے کھڑے کئے گئے ہیں کہ جو ہماری جماعت میں سے ان سے ملتا ہو اُس کا پتہ لگائیں۔ اور یہ ہر شخص کا حق ہے کہ وہ اپنے مکانوں اور گھروں

میں بیٹھ کر دوسروں کو دیکھے۔ کیا مصری صاحب اگر اپنے گھر بیٹھ کر کسی کو دیکھیں تو ہم انہیں روک سکتے ہیں؟ اگر اسی قسم کے تمسخر کو ہم بھی کام میں لانے والے ہوتے تو ہم شور مچا دیتے کہ مصری صاحب اور ان کے دوست برآمدہ میں بیٹھے رہتے اور ہمارے آدمیوں کی نقل وحرکت کا پتہ لگاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ہمارے آدمی انہیں دیکھتے ہیں اسی طرح وہ ہمارے آدمیوں کو دیکھتے ہیں ان دونوں میں فرق کونسا ہے۔ اگر ہمارے آدمیوں کا دیکھنا منع ہے تو ان کے آدمیوں کا ہمارے آدمیوں کو دیکھنا بھی منع ہونا چاہئے اور کیا لوگ ہنسیں گے نہیں اگر ناظر صاحب امور عامہ ایک بڑا سا اشتہار شائع کر دیں جس پر موٹے حروف میں لکھا ہؤا ہو کہ مصری صاحب کے تازہ مظالم اور نیچے یہ درج ہو کہ مصری صاحب اور فخر الدین اور عبدالعزیز اپنے مکان کے برآمدہ میں بیٹھ کر ہمارے آدمیوں کو دیکھتے اور ہر وقت ان کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں پھر اسی رنگ میں ان کا شور مچانا کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جس طرح ہمارے آدمی انہیں دیکھتے ہیں اسی طرح ان کے آدمی ہمارے آدمیوں کو دیکھتے ہیں۔ اس میں حرج کی کونسی بات ہے۔

پھر یہ کہنا کہ ضروریاتِ زندگی کے حصول میں روکیں ڈالی جارہی ہیں یہ بھی بالکل غلط ہے۔ میرا حکم تھا کہ جو چیزیں ضروریاتِ زندگی میں سے ہیں ان کے حصول میں ہرگز روکیں نہ ڈالی جائیں اور یہی محکمہ کی رپورٹ ہے کہ ضروریاتِ زندگی کے حصول میں کوئی روک نہیں ڈالی گئی۔ علاوہ ازیں یہ امر قابلِ غور ہے کہ جس قدر احمدیوں کی یہاں دُکانیں ہیں قریباً اتنی ہی دکانیں سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدیوں کی ہیں اور وہ ان سے ہر وقت اشیاء خرید سکتے ہیں۔ اگر کہیں کہ ہم سکھوں اور ہندوؤں سے نہیں خرید سکتے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان سے خریدنے کی ممانعت کا باعث جماعت کا ایک باہمی سمجھوتہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم اِس بارہ میں کوئی نہیں ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم ہوتا تب تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم اس حکم کی خلاف ورزی کس طرح کر سکتے ہیں۔ مگر جب کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہی نہیں بلکہ میرا حکم ہے جو بعض فسادات کے رونما ہونے پر جماعت کے مشورہ سے صرف ان لوگوں کو جو خود اس کا عہد باندھنے کا اقرار کرتے تھے دیا گیا تو مصری صاحب کیلئے اس کی تعمیل ضروری نہیں۔ وہ تو میری بیعت میں سے نکل گئے اور تمام عہد و پیمان جو انہوں نے مجھ سے کئے تھے ان سے آزاد ہو گئے۔ اب وہ بالکل آزاد ہیں اور ہندوؤں اور سکھوں سے چیزیں خرید سکتے ہیں۔ پھر ان کا یہ شور مچانا کس طرح حق بجانب سمجھا جا سکتا ہے کہ قادیان

میں انہیں ضروریاتِ زندگی تک حاصل نہیں ہوتیں۔ ہاں اگر وہ اسی پر اصرار کریں کہ ہم نے ضرور احمدی دُکانداروں سے سَودا خریدنا ہے تو یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی ہمارا شدید مخالف دھوپ کے وقت دوسرے مکانات کو چھوڑ کر ہماری ڈیوڑھی میں آ بیٹھے اور اصرار کرے کہ میں نے اسی ڈیوڑھی میں بیٹھنا ہے۔ ہر شخص اس بھلے مانس سے کہے گا کہ کیا تجھے اس ڈیوڑھی کے سِوا کہیں سایہ نظر نہیں آتا۔ اگر اور بھی سائے کی جگہیں ہیں تو سب جگہوں کو چھوڑ کر اس ڈیوڑھی میں آنے کا مطلب سوائے فساد کے اور کیا ہے۔ اسی طرح جب آٹا غیروں سے مل جاتا ہے، گوشت غیروں سے مل جاتا ہے، کپڑا غیروں سے مل جاتا ہے، کھانے پینے کی تمام چیزیں غیروں سے مل جاتی ہیں تو آخر کچھ نہ کچھ بھید تو ہے جو تم ان سب کو چھوڑ کر ایک احمدی سے سودا خریدنا چاہتے ہو۔ پس ان کی کوئی ضرورت ایسی نہیں جو یہاں غیروں کے ذریعہ پوری نہ ہوسکتی ہو۔ غیر احمدی مزدور یہاں کثرت سے ملتے ہیں، لوہار اور ترکھان احمدیوں کے علاوہ سکھوں اور ہندوؤں میں بھی موجود ہیں، دودھ دینے والے کثرت سے مل سکتے ہیں بلکہ جتنی گائیں اور بھینسیں سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدیوں کے پاس ہیں اس سے آدھی بھی احمدیوں کے پاس نہیں پھر ان کا یہ شور مچانا کہ ضروریاتِ زندگی ان تک پہنچنے سے روک لی گئیں ہیں کس قدر جھوٹ اور دُور از حقیقت بات ہے۔ ایک دوست نے یہاں چند دن ہوئے تقریر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ صرف احمدیہ لٹریچر ایسی چیز ہے جو غیر احمدیوں یا ہندوؤں اور سکھوں سے نہیں مل سکتا۔ مگر یہ لٹریچر خود میاں فخر الدین صاحب کے گھر میں بکثرت موجود ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے وہ کہیں کہ ہمیں کوئی یونانی طبیب چاہئے ہم ڈاکٹروں سے علاج نہیں کراتے۔ اور غالباً غیر احمدیوں یا سکھوں اور ہندوؤں میں یہاں کوئی یونانی طبیب نہیں۔ مگر اس ضرورت کیلئے بھی انہیں احمدی طبیبوں کی ضرورت نہیں یونانی طبیب خود ان کے پاس حکیم عبدالعزیز موجود ہے۔ اسی طرح شاید وہ یہ کہیں کہ ہم اپنے بچوں کو دینیات پڑھانا چاہتے ہیں مگر یہاں ہندوؤں، سکھوں اور غیر احمدیوں میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو دینیات پڑھا سکے۔ سو اس ضرورت کیلئے بھی انہیں کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں خود مصری صاحب موجود ہیں وہ دینیات پڑھا سکتے ہیں۔ غرض احمدیہ لٹریچر غیر احمدیوں اور سکھوں اور ہندوؤں کے پاس نہیں مل سکتا وہ میاں فخر الدین صاحب کے پاس موجود ہے۔ دیسی طبیب یہاں غیر احمدیوں اور سکھوں اور ہندوؤں میں کوئی نہیں یا کم از کم جہاں تک مجھے علم ہے کوئی نہیں لیکن وہ ان کے پاس حکیم عبدالعزیز کی صورت میں موجود ہے۔ اسی طرح

ممکن ہے دینیات پڑھانے والا انہیں اور کوئی نظر آئے لیکن ان کی یہ ضرورت بھی خود اپنے اندر سے پوری ہوسکتی ہے یعنی مصری صاحب یہ کام کر سکتے ہیں۔

پس صرف تین چیزیں ایسی تھیں جو یہاں انہیں غیروں سے نہیں مل سکتی تھیں مگر یہ تینوں چیزیں خود ان کے پاس موجود ہیں۔ طبیب ان کا اپنا ہے۔ احمدیہ لٹریچر ان کے پاس ہے اور دینیات کا مدرس ان میں موجود ہے گویا وہ Self-Contained ہیں پھر انہیں شکوہ کس بات کا ہے۔ اگر باوجود اس کے وہ ہماری جماعت کے کسی فرد کی دُکان سے سَودا خریدنا چاہتے اور اس پر اصرار کرتے ہیں تو یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے ہمارا کوئی دشمن کہے کہ میں دھوپ سے بچنا چاہتا ہوں اور اس کیلئے سب گھر چھوڑ کر تمہاری ہی ڈیوڑھی میں آکر بیٹھوں گا۔ ہر شخص اس خرید وفروخت کو دیکھ کر کہے گا کہ کسی خاص احمدی دکاندار سے سَودا خریدنے پر اصرار کرنا بھید سے خالی نہیں۔ اور وہ بھید سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں اپنے ہم خیال لوگوں کی خفیہ پارٹی بناتے جائیں۔ چنانچہ اشتہار میں بھی انہوں نے لکھا ہے کہ مجھ سے لوگوں کو ملنے نہیں دیا جاتا تاکہ کوئی شخص مجھ سے مل کر اصل حقیقت سے واقف نہ ہو جائے۔ حالانکہ اصل حقیقت سے وہ اشتہاروں سے واقف کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں۔ پس ان کا اصل شکوہ یہ نہیں کہ دُکانداروں سے سَودا دینے سے کسی نے منع کیا ہے یا ضروریاتِ زندگی کے حصول سے وہ محروم ہو گئے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس طریق پر ان لوگوں سے جو ابھی خفیہ ہیں اپنی ملاقات کا راستہ کھولیں اور ایک خفیہ جماعت قائم کریں۔

پھر انہوں نے الزام لگایا ہے کہ بھنگن کو اُن کے گھر کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اس کے متعلق ناظر صاحب امور عامہ نے سپرنٹنڈنٹ بورڈنگ کو بُلایا اور اس کے ذریعہ بھنگن کے خاوند کو بلایا گیا اور پھر بھنگن کو بُلا کر سب کی موجودگی میں پوچھا گیا کہ تجھے کس نے کام کرنے سے روکا تھا؟ تو اس نے ایک لڑکے کا نام لیا کہ اس نے مجھے روکا تھا۔ اب وہ لڑکا کوئی افسر نہ تھا کہ اس کے روکنے پر وہ رُک جاتی۔ وہ ناظر نہ تھا، وہ خلیفہ نہ تھا، وہ محض ایک لڑکا تھا۔ اس کے منع کرنے سے اُس کا رُک جانا اول تو خود غلطی ہے دوسرے اس لڑکے کو بُلا کر جب دریافت کیا گیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے اسے روکا نہیں تھا میں نے اسے یہ کہا تھا کہ کیا تم اب تک ان کا کام کرتی ہو؟ بیشک یہ فقرہ ایسا تھا جس سے یہ استنباط ہوسکتا تھا کہ اسے یہاں کام نہیں کرنا چاہئے مگر یہ کسی ذمہ دار کا حکم نہیں تھا کہ وہ رُک جاتی بلکہ صرف ایک طالب علم

کے جوش کا اظہار تھا۔ پس اگر وہ رُکی ہوگی تو اپنی مرضی سے یا مصری صاحب کے روک دینے کی وجہ سے۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہؤا ہے کہ باوجود اس کے کہ بعض دکانداروں کو انہیں سَودا دینے کی اجازت ہے پھر بھی وہ انہیں سَودا نہیں دیتے کیونکہ ان کی ایمانی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ ایسے شخص کو سودا دیں جو خلافت سے غداری کا مرتکب ہؤا ہے۔لیکن باوجود اس کے اگر کوئی دکاندار انہیں کوئی ایسا سَودا نہ دے جس کے متعلق مجھے یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ قادیان میں کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتا تھا تو یقیناً میں ایسے دکاندار کو سزا دوں گا۔ پس ان کا تمام غیر احمدیوں، سکھوں اور ہندوؤں کو چھوڑ کر صرف احمدی دُکانداروں سے سَودا کرنے کی کوشش کرنا سوائے اِس کے کوئی معنے نہیں رکھتا کہ وہ ان میں سے کسی منافق کے ذریعہ سے دوسرے ان لوگوں سے جن کے بارہ میں انہیں دعویٰ ہے کہ ہمارے ساتھ ہیں تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں۔اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ پوشیدہ لوگ اگر کوئی ہیں تو ظاہر ہو جائیں۔

اسی طرح وہ کہتے ہیں مزدوروں کو کام کرنے سے روکا گیا۔لیکن ناظر صاحب امورِ عامہ کی رپورٹ یہ ہے کہ انہیں تحقیق کے باوجود اس میں صداقت معلوم نہیں ہوئی۔اسی طرح کہتے ہیں میری پوتی کا دودھ بند کر دیا گیا۔اس کے متعلق ناظر صاحب نے انہیں لکھا کہ آپ بتائیں آپ کے ہاں کون عورت دودھ لایا کرتی تھی تا ہم اس سے دریافت کر سکیں کہ اسے دودھ دینے سے کس نے روکا۔مگر انہوں نے اس عورت کا نام بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ہاں میر محمد اسحٰق صاحب نے بیان کیا ہے کہ جو عورت ان کے گھر دودھ دیتی ہے اس سے معلوم ہؤا ہے کہ وہی مصری صاحب کے ہاں دودھ دیتی رہی ہے اور وہ کہتی ہے کہ مجھے کسی نے دودھ دینے سے نہیں روکا بلکہ ایک دوست نے بتایا ہے کہ وہ اب تک انہیں دودھ دیتی ہے۔غیر احمدی ملازمہ کو کام سے روکنا بھی ہماری تحقیق میں بالکل غلط ہے۔ بایں ہمہ میں سمجھتا ہوں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ کسی شخص نے غیر احمدی ملازمہ کو ان کے ہاں کام کرنے سے روکا تو میں یقیناً اسے سزا دوں گا کیونکہ غیر احمدیوں کو روکنے کا ہمیں کوئی حق نہیں مگر اس کیلئے ثبوت چاہئے جو ابھی تک میرے سامنے پیش نہیں ہؤا۔

یہ کہنا کہ ''میرے اوپر چند لونڈے مسلط کئے ہوئے ہیں کہ جدھر میں جاؤں وہ سایہ کی طرح میرے پیچھے جائیں''۔ اس کے متعلق دریافت طلب امر یہ ہے کہ ''مسلط'' کے کیا معنے ہیں۔کیا وہ ڈنڈے مارتے ہیں یا گالیاں دیتے ہیں یا کہیں جانے نہیں دیتے؟ اگر کچھ بھی نہیں کرتے صرف انہیں

دیکھتے ہیں تو دیکھنے پر انہیں کیا اعتراض ہے۔ کیا مصری صاحب انہیں نہیں دیکھتے؟ اگر تو وہ شیخ صاحب کو کہیں جانے سے روکیں تب تو وہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ مجھے چلنے پھرنے بھی نہیں دیا جاتا لیکن جبکہ وہ آزاد ہیں، وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں تو محض دیکھنے سے انہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے۔ مگر اس بارہ میں بھی میں نے امور عامہ کو نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص ایسی حرکت نہ کرے جو فی الواقعہ تکلیف کا موجب ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ اس بارہ میں زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے گا۔

غرض جو لوگ مقرر ہیں وہ اس لئے مقرر نہیں کہ شیخ صاحب کو کوئی تکلیف ہو بلکہ اس لئے مقرر ہیں کہ تا وہ لوگ جو بقول شیخ صاحب اور ان کے ساتھیوں کے ظاہر میں ہمارے ساتھ ہیں اور باطن میں ان کے ساتھ، منافقت کو ترک کر کے ظاہر ہو جائیں اور کُھلے بندوں شیخ صاحب کے ساتھ جا ملیں اور ہمیں دھوکے میں نہ رکھیں کہ یہ تقویٰ کے خلاف ہے۔ ہم تو خود ان لوگوں کو ان کی طرف بھیج رہے ہیں پھر نہ معلوم شیخ صاحب اور وہ لوگ کیوں خواہ مخواہ ناراض ہیں۔ آخر فخر الدین ان سے ملتا ہے یا نہیں؟ پھر کیا کبھی ہم نے اس کے ملنے پر اعتراض کیا؟ یا عبدالعزیز ان سے ملتا ہے تو ہم نے کبھی اعتراض کیا؟ اسی طرح اگر کوئی اور ان سے ملنا چاہتا ہے تو وہ بھی آزاد ہے ہم صرف اسے کہہ دیں گے کہ اب ہمارے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں تم انہی کے پاس رہو۔

وہ کہتے ہیں کہ ۴ جولائی کو پندرہ سولہ نوجوان جن کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ہاکیاں تھیں ان کے مکان کی ناکہ بندی کرنے کیلئے آموجود ہوئے۔ ان میں سے چند ایک اس مکان میں جو ان کے مکان کے قریب جانبِ شمال نیا بنا ہے، چلے گئے اور اس کے ایک حصہ پر چڑھ کر جہاں سے ان کے مکان کی بے پردگی ہو سکتی ہے دُوربین کے ساتھ مکان کے کمروں پر نظر ڈالنے لگ گئے۔ اس کے متعلق تحقیقات کر کے ناظر صاحب امور عامہ نے یہ رپورٹ کی ہے کہ اُس دن صرف چار طالب علم مقرر تھے اور ان کے نام یہ ہیں۔ عبدالرشید، عبدالشکور، محمد حنیف، ناصر احمد۔ میں نے نام اس لئے لے دیئے ہیں کہ اگر کسی دوست کو شبہ ہو تو وہ ان لڑکوں سے حالات دریافت کر کے حقیقت معلوم کر لے۔

پھر یہ کہنا کہ پندرہ سولہ نوجوان مسلح ہو کر وہاں گئے کیسا خلافِ واقعہ بیان ہے۔ باقی رہا یہ کہ ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ہاکیاں تھیں سو یہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں۔ میں نے آج لاٹھیاں رکھنے کا حکم نہیں دیا بلکہ میں ۱۹۲۷ء سے لوگوں سے کہہ رہا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھوں میں لاٹھی رکھا کریں۔ پس لاٹھی

رکھنا ہرگز مسلح ہونے کی کوئی علامت نہیں اور اگر لاٹھی رکھنا مسلح ہونا ہے تو بالکل ممکن ہے کل میں سوٹی لے کر اس طرف سیر کو نکلوں تو وہ کہہ دیں یہ مسلح ہو کر مجھ پر حملہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اس طرح تو کل اگر ہم میں سے کوئی جُوتی پہنے پھر رہا ہوگا تو کہہ دیں گے یہ ہمیں جُوتیاں مارنے آئے ہیں۔ پھر اگر کسی دن ہمارے نوجوان وہاں سے پگڑیاں باندھے گزریں تو کہہ دیں گے کہ یہ پگڑیوں کے کوڑے بنا کر ہمیں ماریں گے یا یہ کہہ دیں گے کہ یہ پگڑیوں کے رسّے بنا کر ہمارے گلوں کو گھونٹ دیں گے۔ بلکہ ممکن ہے اگر کوئی ہم میں سے کوٹ پہن کر اُدھر جا نکلے تو وہ یہ شبہ کرنے لگیں کہ یہ کوٹ اس نے اس لئے پہنا ہے تا اسے مروڑ کر کوڑا بنائے اور ہمیں مارے۔ اس طرح تو اصل علاج ان کی تکلیف کا یہی ہوسکتا ہے کہ ہمارے آدمی اپنے گھروں میں بیٹھ جائیں۔ پس لاٹھی رکھنا ہرگز مسلح ہونا نہیں بلکہ ہماری جماعت میں بھی اور دوسرے لوگوں میں بھی اس کا عام رواج ہے اور میں نے یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ جماعت کے مخلص احباب کوشش کریں کہ وہ اپنے ہاتھ میں لاٹھی رکھا کریں۔ مسلح ہونے کے معنے تو یہ ہیں کہ ان کے ہاتھ میں تلواریں ہوتیں یا بندوقیں اُٹھائے ہوئے ہوتے تب ہم بیشک کہہ سکتے کہ وہ مسلح تھے لیکن ہاتھ میں سوٹی ہونا تو مسلح ہونے کی کوئی علامت نہیں۔ اور اگر وہ محض کسی کے ہاتھ میں سونٹا دیکھ کر اتنی جلدی بدظنی پر اُتر سکتے ہیں تو ممکن ہے کل اگر کوئی شخص کلہاڑی لے کر صبح مسواک کاٹنے کیلئے کسی سڑک پر سے نکلے تو وہ یہ شور مچانے لگ جائیں کہ یہ شخص مجھ پر حملہ کرنے کی نیت سے گھر سے نکلا ہے۔ اگر اسی طرح بدظنی کا سلسلہ دراز کیا جائے تو دنیا پاگل ہو جائے۔ اور یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے تاریخوں میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک دفعہ مدینہ میں بعض کفار آئے۔ انہوں نے دھوکا وفریب سے کام لیتے ہوئے آپ سے کہا کہ ہماری ساری قوم اسلام میں داخل ہونے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ آپ ہمارے ساتھ چند آدمی بھیج دیں جو ہمیں اسلام سکھائیں۔ آپ نے چند صحابہؓ ان کے ہمراہ بھیج دیئے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ان کفار نے اور بہت سے کفار اپنے ساتھ شامل کر کے ان کا محاصرہ کر لیا اور لڑائی شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے دو کے باقی تمام صحابہؓ شہید ہو گئے۔[۵] پھر ان دونوں کو وہ مکہ میں لے گئے اور قریش نے گرفتار کرنے والوں کو انعام دے کر انہی کو قید کر لیا۔ اسلام میں چونکہ زیر ناف بالوں کی صفائی کا حکم ہے اس لئے ان میں سے ایک صحابی نے ایک دن کسی سے اُسترا مانگا۔ ابھی اُسترا ان کے ہاتھ میں ہی تھا کہ گھر والوں کا بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے پیار سے اسے اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ بچے کی

ماں نے جب یہ دیکھا کہ اس صحابہ کے ایک ہاتھ میں اُسترا ہے اور زانو پر ہی بچہ بٹھایا ہوا ہے تو وہ چیخیں مار کر کہنے لگی خدا کے واسطے میرے بچہ پر رحم کرو اور اسے قتل نہ کرو۔[۶] حالانکہ انہوں نے استرا صفائی کیلئے لیا تھا۔ قتل کرنے کیلئے نہیں لیا تھا۔ تو اس قسم کی بدظنیاں اگر انسان کرے تو ان کی کوئی حد ہی نہیں ہو سکتی۔

باقی رہا یہ کہ ان کا گھر دُوربین سے دیکھا گیا اس بارہ میں امور عامہ کی رپورٹ یہ ہے کہ جس مکان اور جس جگہ سے دیکھنے کا الزام ہے وہ درست نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہرہ دار لڑکوں میں سے ایک اپنے گھر سے دُوربین لایا ہوا تھا مگر وہ بند تھی اُس نے کھولی نہیں اور ان کے گھر کے اندر جہاں سے نظر پڑ سکتی ہے وہ اس مکان کی ایک دیوار ہے جس پر کسی لڑکے کا چڑھنا ثابت نہیں ہوا۔ ہاں امور عامہ کی تحقیق یہ ہے کہ قاضی عبدالمجید صاحب امرتسری کے مکان سے بعض دفعہ دُوربین سے دیکھا گیا ہے لیکن اس مکان کے سامنے مصری صاحب کا زنانہ حصہ نہیں بلکہ مردانہ برآمدہ ہے اور اس جگہ کے لوگ ہر چلنے پھرنے والے کو نظر آتے ہیں۔ چونکہ قاضی صاحب کا مکان فاصلہ پر ہے اس لئے شکل پہچاننے کیلئے اس مردانہ حصہ کو بعض لوگوں نے دُوربین سے دیکھا ہے۔ اب جو دُوربین کو جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جو چیز بغیر دُوربین کے دیکھنی جائز ہو، دوربین سے اس کا دیکھنا اسے کوئی ناجائز شکل نہیں دے دیتا۔ پس یہ کہنا کہ بڑا غضب ہو گیا دُوربین سے مکان دیکھ لیا بیوقوفی ہے۔ ہاں اگر زنانہ میں نظر پڑے تو یہ یقیناً بُرا فعل ہوگا اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کسی نے اس طرح کیا ہے تو میں اسے یقیناً سزا دوں گا۔ مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں امور عامہ کی رپورٹ کے مطابق دُوربین سے گھر میں نہیں دیکھا گیا بلکہ مردانہ حصہ جو برلبِ سڑک ہے دیکھا گیا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ مصری صاحب سے سلوک کے متعلق اعلان میری اجازت بلکہ ہدایت کے ماتحت عمل میں لایا گیا ہے۔ اسی طرح ان کے گھر کے اِردگرد جو آدمی مقرر کئے گئے ہیں وہ مجھ سے اجازت لے کر مقرر کئے گئے ہیں۔ پس ان دونوں امور کی ذمہ داری اِس حد تک مجھ پر ہے جس حد تک میں نے ان کا حکم دیا ہے یا ان کی اجازت دی ہے۔ ہاں عملی تفصیلات امور عامہ اپنے طور پر طے کرتا ہے۔ سَودا سَلف کے معاملہ میں میری ہدایت یہ تھی کہ جو ضروریاتِ زندگی سکھوں، ہندوؤں اور غیر احمدی دکانداروں سے میسر آ سکتی ہوں، وہ احمدی دُکانداروں کی طرف سے نہ دی جائیں لیکن جو

ان سے نہ مل سکتی ہوں وہ ضرور دی جائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ گزشتہ احراری فسادات کے تجربہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ احمدیوں سے سَودا خریدنے میں ہمارے مخالفین کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ وہ ان سے سَودا خریدیں بلکہ وہ کمزور طبع دُکانداروں کو اپنے ساتھ ملاتے اور ان کے ذریعہ اپنے تعلقات دوسرے منافق طبع لوگوں سے قائم کرتے ہیں اور اس لحاظ سے ہمارا فرض ہے کہ جن دکانداروں کے متعلق ہمیں شبہ ہو کہ وہ ان کے دلال بن سکتے ہیں ان دکانداروں کو نگرانی میں رکھیں۔ یوں ان پر کوئی جبر نہیں کرتا وہ دکاندار اگر چاہیں تو الگ ہو سکتے ہیں پھر وہ کسی قاعدہ کے پابند نہ ہوں گے۔ پس جماعت نے ایسا ہی انتظام کیا ہے اور حکم دے دیا ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز جو ہندوؤں، سکھوں اور غیر احمدیوں سے نہ مل سکتی ہو انہیں احمدی دکانداروں سے خریدنی پڑے تو احمدی دکاندار محکمہ کی اجازت سے انہیں سَودا دیں تا ایسے لوگوں سے وہ نہ مل سکیں جو ہمارے اندر رہ کر ہم سے دشمنی کرتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے اندر سے نکل جائیں تو ہمیں ان کے متعلق کوئی شکوہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ ہمارے اندر رہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی تدابیر کو ناکام کریں اور فتنہ کو جس حد تک روک سکتے ہیں روکیں۔ اور چونکہ احمدی دکانداروں سے سودا خریدنے میں ان کی یہی غرض مخفی تھی جو میں نے بیان کی ہے اور وہ ہمارے انتظام کے ماتحت پوری نہ ہو سکی اس لئے انہوں نے یہ شور مچا دیا کہ احمدی دکانداروں کو سَودا دینے سے روکا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ پھر یہ بھی تو سوچو کہ جو لوگ اتنی بدظنی کر سکتے ہیں کہ بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے یہ کہتے جاتے ہیں کہ فلاں نے یہ ظلم کیا اور فلاں نے یہ۔ ان سے یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ وہ کسی احمدی دکاندار سے دودھ لے جائیں اور اتفاقاً اس دن ان کے کسی بچہ کو ذرا سا قراقر[2] ہو جائے تو وہ یہ شور مچا دیں کہ دودھ میں زہر ملا کر دیا گیا ہے۔ یا کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی احمدی دُکاندار سے مٹھائی لے جائیں اور اتفاقاً اُسی دن ان کے پیٹ میں بھی درد ہو تو وہ یہ شور مچانا شروع کر دیں کہ ہمیں مٹھائی میں زہر ملا کر دیا گیا ہے۔ پس چونکہ وہ بدظنی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اس لئے جھگڑے سے بچنے کیلئے خود ان کیلئے یہ بہتر طریق تھا کہ وہ علیحدہ رہتے اور غیروں کی دُکانوں سے سَودا منگواتے تا انہیں کسی قسم کا شکوہ پیدا نہ ہوتا مگر جب ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اب بھی باوجودیکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا یہ کہتے ہیں کہ میرے خلاف جماعت کو بھڑکا دیا گیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ میری جان و مال پر کسی وقت حملہ ہو جائے تو ان حالات میں ان کا احمدی دکانداروں سے ہی سَودا خریدنے پر اصرار کرنا جماعت کو بعض الزامات کے

نیچے لانا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اس خط میں جو ناظر صاحب امورِ عامہ کے جواب میں انہوں نے لکھا تحریر کرتے ہیں ''پہرہ داروں پر مجھے کوئی رنج نہیں ان کو ملزم گرداننا غلطی ہے وہ تو ان کاموں کو کارِ ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں۔ عوام کو مذہب کی آڑ میں بھڑ کانے والا ان تمام افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے جو عوام اس کے بھڑ کنے کے نتیجہ میں مشتعل ہو کر کرتے ہیں ان کے لیڈر جس فعل کو مذہبی فعل قرار دے دیں اس فعل کو وہ عین ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ لیتے ہیں۔ دوسرے لوگوں پر مخفی ہو تو ہو لیکن ایک ناظر پر تو یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی''۔ ان الفاظ میں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے خلاف مذہب کی آڑ میں جماعت کو بھڑ کا دیا گیا ہے اور اگر اس سے مشتعل ہو کر کسی نے مجھ پر حملہ کر دیا تو اس کی ذمہ داری اسی پر ہوگی جو عوام کے جذبات کو بھڑ کا رہا ہے۔

پس جب اس قدر وہ جماعت احمدیہ کے افراد سے بدظن ہو چکے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ افرادِ جماعت سے ان کی جان محفوظ نہیں تو اگر ہماری طرف سے یہ اجازت ہو جائے کہ احمدی دکاندار انہیں سودا دے دیا کریں تو کیا وہ الزامات نہیں لگا سکتے کہ مجھے دودھ میں زہر ملا کر دیا گیا ہے، مٹھائی میں سنکھیا ڈال دیا گیا ہے اور آٹے میں زہر ملا دیا گیا ہے تاکہ اس کے کھانے سے میں ہلاک ہو جاؤں۔ یہ وہ نتیجہ نہیں جو فرضی ہو بلکہ ان کے خط سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''آخر میں یہ بات بھی مَیں کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو کارروائیاں آپ میرے خلاف کر رہے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاید کسی دن میرے یا میرے اہل وعیال کی جان و مال پر حملہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہؤا تو اس کی ذمہ داری خود خلیفہ صاحب اور ان کے کارکنوں پر ہوگی کیونکہ عوام کے اندر جو نفرت اور اشتعال میرے خلاف میری طرف بے بنیاد اور غلط باتیں منسوب کر کے پیدا کیا جا رہا ہے، اس کے اصل محرک یا بانی یہی وجود ہیں۔ پس اگر خود خلیفہ صاحب کی طرف سے اس بارہ میں مجھے تسلی نہ دلائی گئی تو میں مجبور ہوں گا کہ گزشتہ تمام واقعات کو حکام کے سامنے رکھ کر ان سے اپنی جان و مال کی حفاظت کا مطالبہ کروں اور ان کے علم میں لے آؤں کہ اگر مجھے یا میرے اہل وعیال کو کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچا تو اس کی ذمہ داری جناب خلیفہ صاحب اور ان کے کارکنوں پر ہوگی''۔

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے ذہن میں آئندہ ایسے الزام لگانے کی تیاری کر رہے ہیں کیونکہ قادیان کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ انہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں اور وہ آزادی سے اکیلے گلیوں

میں چلتے پھرتے ہیں بلکہ ان کے چھوٹے چھوٹے بچے تک آزادی سے پھرتے ہیں۔ پس جب حالات یہ ہوں تو کیا یہ احتیاط کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ جب سَودا انہیں دوسرے دکانداروں سے مل سکتا ہے ہم احمدی دکانداروں کو اس مصیبت میں پڑنے سے بچائیں اور جماعت کو الزام سے بچانے کی کوشش کریں۔ اور کیا ہم یہ شک نہ کریں کہ وہ احمدی دکانداروں سے سَودا خریدنے پر اس لئے اصرار کرتے ہیں تا کوئی الزام لگا کر فساد کھڑا کریں اور جماعت کو مشکلات میں ڈالیں۔

پھر خط میں صاف طور پر لکھا ہے کہ خواہ جماعت کے کسی فرد کی طرف سے کوئی حرکت سرزد ہوئی اس کا ذمہ وار خلیفہ ہوگا۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ آٹا تو انہیں چوہدری حاکم دین دے لیکن اگر اس آٹے کے کھانے سے انہیں پیٹ درد ہو جائے یا اسہال آ جائیں تو اس کی ذمہ واری خلیفہ پر ہو۔ کیا اس قسم کی دماغی حالت کو دیکھتے ہوئے میرا فرض نہیں تھا کہ میں اپنی عزت کی حفاظت اور بچاؤ کیلئے کہہ دوں کہ کوئی احمدی دکاندار انہیں سَودا نہ دے تا ایسا نہ ہو کہ کل وہ مجھ پر کوئی الزام لگا دیں اور انہیں شور مچانے کا موقع مل جائے۔ وہ خود کہہ رہے ہیں کہ حالات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ''شاید کسی دن میرے یا میرے اہل و عیال کی جان و مال پر حملہ ہو جائے'' اور پھر صاف طور پر لکھتے ہیں کہ جب ایسا حملہ ہؤا تو اس کا ذمہ وار وہ شخص نہیں ہوگا جس نے حملہ کیا بلکہ خلیفہ ہوگا۔ جس شخص کا دماغ اپنی جگہ سے اس قدر ہل چکا ہو کیا وہ کل کو نہیں کہہ سکتا کہ مجھے زہر دیا گیا ہے، مجھے آٹے میں اور مٹھائی میں اور گھی میں اور دودھ میں سنکھیا ملا کر دیا گیا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ عوام میرے خلاف اتنے بھڑک چکے ہیں کہ اب میری جان اور میرا مال ان سے محفوظ نہیں تو کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ ان حالات میں وہ انہی لوگوں سے سَودا خریدنے کی کوشش کریں گے جن سے انہیں خوف ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ ان سے سودا خریدنے کی کوشش کریں تو یا تو ان کی نیت فسادکی ہوگی یا ثابت ہوگا کہ وہ الزام افترا کے طور پر لگاتے ہیں اور جان بوجھ کر لگاتے ہیں۔ پس اگر ان کا الزام درست ہے تو اس صورت میں تو انہیں احمدیوں سے دُور بھاگنا چاہئے۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمیں مصری صاحب وغیرہ سے قطع تعلق کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ جماعت کے لوگ جانتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو جماعت سے خارج کرتے ہیں تو ہر ایک سے قطع تعلق نہیں کرتے بلکہ بعض باوجود اس کے کہ ہماری جماعت سے خارج ہو چکے ہوتے ہیں لوگ ان سے ملتے رہتے ہیں لیکن بعض سے ہم بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں اور بعض سے ایک حد تک قطع تعلق کرتے

ہیں۔ قادیان سے باہر جو لوگ جماعت سے خارج کئے جاتے ہیں ان سے بِالعموم ملنا جُلنا منع ہوتا ہے۔ مگر قادیان میں ہی بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو جماعت سے خارج ہیں مگر لوگ ان سے ملتے ہیں۔ تو یہ جو مقاطعہ کیا جاتا ہے اور لوگوں کو ملنے سے روکا جاتا ہے یہ ایسے ہی مقامات پر کیا جاتا ہے جہاں یہ ثابت ہو جائے کہ اس شخص نے جماعت کے خلاف خفیہ کارروائیاں کیں۔ پس جو لوگ خفیہ کارروائیاں کرتے ہیں اور ان کے کاموں میں سازش کا دخل ہوتا ہے ان سے قطع تعلق کا حکم دیا جاتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کا فعل انفرادی حیثیت رکھتا ہو اُس کے متعلق سلسلہ کبھی ایسا حکم نہیں دیتا۔ غرض قطع تعلق کا اعلان انہی لوگوں کے متعلق کیا جاتا ہے جن کے فعل میں سازش پائی جاتی ہو اور یہ ثابت ہو کہ وہ خفیہ طور پر لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر جماعت میں فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے ۱۹۲۴ء میں بعض لوگوں کے بہائی ہونے پر ہم نے ان کے ساتھ تعلقات قطع کرنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ ان کے متعلق یہ ثابت ہو گیا تھا کہ وہ ظاہر میں ہمارے ہم خیال تھے مگر اندر اندر لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ دو تین آدمی انہوں نے اپنے ساتھ ملا بھی لئے تھے۔ اسی طرح ہماری اور سزاؤں میں بھی فرق ہے۔ مثلاً بعض کو جماعت سے خارج نہیں کیا جاتا صرف اُن سے مقاطعہ کا حکم دیا جاتا ہے جیسے درد صاحب جب لندن گئے اور اُس موقع پر بعض لڑکوں نے خلافِ شریعت حرکات کیں تو اُن سے بولنا منع کر دیا گیا تھا مگر انہیں جماعت سے خارج نہیں کیا گیا اور اس قسم کا مقاطعہ قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جن کا وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا [8] میں ذکر کیا گیا ہے ان سے بولنا رسول کریم ﷺ نے منع کر دیا تھا۔ غرض نہ بولنے کی سزا اخراج از جماعت سے لازم ملزوم نہیں۔ یہ اُسی وقت سزا دی جاتی ہے جب اختلاف کی تہہ میں خفیہ سازشیں کام کر رہی ہوں۔ اب مصری صاحب نے مجھے جو خطوط لکھے ہیں ان میں صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ وہ لوگوں سے مل مل کر میرے خلاف مواد جمع کرتے رہے ہیں اور کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ کیس فخر دین کے متعلق چلایا جاتا ہے اور نوٹس مصری صاحب دے کر بیعت سے الگ ہو جاتے ہیں۔ ادھر مصری صاحب الگ ہوتے ہیں تو حکیم عبدالعزیز کہتا ہے میری بیعت بھی فسخ سمجھیں۔ صاف پتہ لگتا ہے کہ اندر ہی اندر کوئی سازش تھی جس کی وجہ سے جب ایک شخص جماعت سے الگ ہوا تو دوسروں نے بھی الگ ہونا ضروری سمجھا۔ پھر کیا وہ باتیں جن کی وجہ سے وہ ایک عرصہ سے میرے پیچھے نماز بھی نہیں پڑھتے تھے انہیں اُسی وقت معلوم ہوئیں جب میاں فخر دین ملتانی جماعت سے الگ ہوئے۔ اگر نہیں بلکہ

وہ باتیں پہلے بھی انہیں معلوم تھیں تو سوال یہ ہے کہ وہ ان کے نکلنے تک خاموش کیوں رہے اور کیوں جب تک میاں فخر دین ملتانی جماعت سے خارج نہیں ہوئے انہوں نے ان خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں میں اندر ہی اندر کوئی معاہدہ تھا اور جب ان میں سے ایک شخص جماعت سے نکل گیا تو دوسروں نے سمجھا اب اگر ہم بھی بیعت سے الگ نہ ہونگے تو یہ غداری ہوگی۔ اگر انہیں کوئی ایسی ہی باتیں معلوم تھیں جن کی وجہ سے ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ بیعت کا عہد فسخ کر دیتے تو اس سے بہت پہلے وہ اپنے عہد کو فسخ کر چکتے لیکن ان تینوں کا ایک ہی موقع پر ظاہر ہونا بتاتا ہے کہ اندر ہی اندر ان تینوں میں کوئی کھچڑی پک رہی تھی۔ جب اس حد تک انہوں نے سازشیں کیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مرنے جینے کا اقرار کر لیا اور جماعت کو تفرقہ میں ڈال دینا چاہا تو ہمارا حق تھا کہ ان کے جماعت سے الگ ہونے کا اعلان کر کے جماعت کے لوگوں کو ان سے ملنے کی ممانعت کر دیتے تا وہ اپنا زہر نہ پھیلا سکیں اور تا اگر ان کا کوئی اور ہم خیال ابھی ہم میں موجود ہو تو وہ ظاہر ہو جائے اور اسے بھی ہم اپنے اندر سے نکال کر ان کے ساتھ شامل کر دیں۔

مجھے افسوس ہے کہ مصری صاحب کا طریق بالکل مستریوں کے طریق سے مِلتا جُلتا ہے۔ انہوں نے بھی مفروضہ مظالم کا شور مچا دیا تھا اور پھر ثبوت پیش کرنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کی ذمہ داری کسی اور پر نہیں صرف خلیفہ پر ہے۔ یہ بھی شور مچا رہے ہیں کہ ہم پر ظلم ہو رہا ہے مگر بتاتے نہیں کہ ان پر کون ظلم کر رہا ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہے جاتے ہیں کہ یہ سب ظلم خلیفہ کرا رہا ہے۔ ہم ان سے کہتے ہیں آؤ ہم ان امور کی جنہیں تم مظالم کہتے ہو تحقیق کریں مگر وہ اس کیلئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ نہ یہ بتاتے ہیں کہ کس نے ان کے مزدوروں کو روکا، نہ یہ بتاتے ہیں کہ کس نے سودا دینے سے انکار کیا۔ ہاں کہتے ہیں ہم اتنا بتائے دیتے ہیں کہ یہ سب ظلم خلیفہ کروا رہا ہے جس سے ان کا منشاء یہ ہے کہ جماعت کے جو منافقین ہیں وہ یہ سن کر شور مچا دیں کہ ہاں واقعی بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر ان کا منشاء یہ تھا کہ ان کی شکایات دور ہوں تو انہیں چاہئے تھا کہ ہمیں وہ لوگ بتاتے جن سے انہیں شکوہ پیدا ہوا مگر جب وہ بتاتے ہی نہیں تو اصلاح کس طرح ہو۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے میرے پاس ایک غیر احمدی دوست تشریف لائے اور کہنے لگے آپ ان کی شکایات کا ازالہ کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا میں نے تو نظارت امور عامہ کو ہدایت کی تھی کہ ان

سے دریافت کرے کہ کس نے انہیں تکالیف پہنچائیں اور اس نے انہیں چٹّھی بھی لکھی مگر انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ کہنے لگے پھر کیا ہؤا، آپ خود پتہ لگالیں کہ کس کس نے انہیں سَودا دینے یا دودھ دینے سے انکار کیا ہے۔ میں نے کہا آپ ذرا سوچیں مجھے کیا معلوم ہے کہ مصری صاحب کے ہاں کونسی عورت دودھ دینے جایا کرتی ہے۔ کیا مجھے روزانہ اطلاع ملا کرتی ہے کہ آج انہوں نے مائی عمراں سے سیر بھر دودھ لیا اور کل کسی مائی گھسیٹی سے۔ ان باتوں کا ہمیں کیا پتہ لگ سکتا ہے جب تک وہ خود ہی نہ بتائیں کہ انہیں کونسی عورت دودھ دیا کرتی تھی تا کہ ہم اس سے دریافت کرسکیں کہ اسے کس نے روکا۔ اب قادیان میں دس ہزار آبادی ہے اور مجھے کوئی علم نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص دودھ کس سے لیتا ہے، گوشت کہاں سے خریدتا ہے اور سبزی کس سے لیتا ہے۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ جس دن مجھے رپورٹ ملے کہ مصری صاحب کے ہاں آج دودھ نہیں پہنچا اُس دن میں ڈھنڈورا پٹوانا شروع کر دوں کہ مصری صاحب کے ہاں کونسی عورت دودھ دینے جایا کرتی تھی۔ اور جب مجھے معلوم ہو کہ فلاں عورت تھی تو اس سے وجہ دریافت کروں کہ وہ آج کیوں نہیں گئی۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے بیشک ان باتوں کے بتانے کی ذمہ داری تو خود مصری صاحب پر عائد ہوتی ہے۔ میں نے کہا یہی بات ہم پیش کر رہے ہیں کہ اگر شکایات کو انہوں نے نیک نیتی سے پیش کیا تھا تو ان کا فرض تھا کہ وہ بتاتے ہمارے ہاں فلاں فلاں عورت دودھ دے جایا کرتی تھی مگر اُسے اب فلاں نے روک دیا ہے۔ مگر وہ یہ باتیں تو بتاتے نہیں اور یونہی کہتے پھرتے ہیں کہ میری پوتی کا دودھ بند کر دیا گیا۔ ہمیں کیا معلوم کہ ان کی پوتی کو کون عورت دودھ دیا کرتی تھی۔ ہمسائیوں کو پھر بھی بعض باتیں معلوم ہوسکتی ہیں مگر وہ بھی ہر بات کا علم نہیں رکھ سکتے۔ مثلاً آج ہی جو چیزیں میں نے دکان سے منگوائی ہیں ان کی اگر لسٹ سناؤں تو دکاندار تو بتا سکتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز ان کے ہاں سے آئی لیکن جو چیزیں عورتیں گھروں میں لاتی ہیں ان کا کسی کو کیا پتہ ہوسکتا ہے۔ اب اگر کوئی عورت ہمارے گھر میں کدّو دے گئی ہو اور میں دریافت کروں بتاؤ ہمارے ہاں کون عورت کدو دے گئی ہے اور وہ ننگل کی تھی یا بھینی کی تو کیا آپ لوگ جو اِس وقت جمعہ کے لئے جمع ہیں اِس کا جواب دے سکیں گے؟ یہ تو میرے گھر کے لوگوں کا کام ہوگا کہ وہ بتائیں کہ فلاں عورت آج کدو دے گئی ہے۔ اسی طرح یہ مصری صاحب کا کام ہے کہ وہ بتائیں کہ کس سے دودھ لیا کرتے تھے تا اس سے دریافت کر کے ان کی شکایت کی حقیقت معلوم کی جا سکے۔ مگر جب وہ بتاتے ہی نہیں اور شور مچائے

جاتے ہیں تو ہر شخص بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس شور مچانے سے ان کی کیا غرض ہے۔ خیر میری یہ باتیں اس دوست کی سمجھ میں آگئیں اور انہوں نے تسلیم کیا کہ واقعہ میں یہ محض لوگوں کو اشتعال دلانے کیلئے کارروائی کی جارہی ہے، نیک نیتی پر مبنی نہیں۔ بعینہٖ یہی طریق مستریوں کا تھا وہ بھی شور مچاتے کہ ہم پر ظلم کیا جارہا ہے مگر جب دریافت کیا جاتا کہ کون کررہا ہے تو کہتے یہ تو نہیں بتاسکتے، ہاں اس کی ذمہ واری خلیفہ پر ہے۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ رات کے وقت میاں عبدالوہاب صاحب عمر میرے پاس آئے اور کہنے لگے محمد امین خان اور زاہد کی لڑائی ہوگئی ہے اور زاہد کو مارا ہے۔ میں نے اُسی وقت زاہد کی طرف آدمی دوڑایا اور کہا کہ اسے میرے پاس بُلا لاؤ تا میں اس سے لڑائی کا حال دریافت کروں۔ جب وہ آدمی اسے بلانے کیلئے گیا تو اس نے بتایا کہ فضل کریم، عبدالکریم اور زاہد تینوں گھر میں بیٹھے تھے۔ میں نے جب کہا کہ حضرت صاحب آپ کو بُلاتے ہیں تا تحقیق کی جائے اور جس کا قصور ثابت ہو اُسے سزا دی جائے تو وہ کہنے لگے جاؤ جاؤ ہم تحقیقات نہیں کراتے۔ ہمیں پتہ ہے کہ کس حرامزادے نے یہ کام کیا ہے۔ آپ ہی کام کراتے ہیں اور آپ ہی اس کی تحقیق کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہی جواب ہے جو مصری صاحب نے ہمیں دیا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اِنہوں نے حرامزادے کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''آپ لوگوں پر اس تحریر کے ذریعہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کو گویا ان مظالم کا علم ہی نہیں جو مجھ پر آپ لوگوں کی طرف سے کئے جارہے ہیں اور گویا آپ تھرڈ پرسن (Third Person) ہیں۔ مظالم کرنے والا کوئی اور ہے۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں مؤمنانہ صداقت سے کام لیتا ہؤا یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جو مظالم مجھ پر کئے جارہے ہیں یا آئندہ کئے جائیں گے، ان سب کی ذمہ داری خود خلیفہ صاحب اور ان کے رفقاء کار پر ہے''۔

پھر لکھتے ہیں۔

''چونکہ میرے نزدیک میرے گھر کا دودھ بند کرانے والے، میرے مزدوروں کو رُکوانے والے، میرے گھر کی بے پردگی کرانے والے، میرے گھر کی بھنگن کو بند کرانے والے، دکانداروں کو مجھے اور میرے بچوں کو سَودا دینے سے منع کرنے والے، میرے مکان کی ناکہ بندی کرانے والے، مجھے ذلیل کرانے کی کوشش کرنے والے، میرے ساتھ میرے دوستوں، عزیزوں کو ملنے سے روکنے والے

درحقیقت خود خلیفہ صاحب اور ان کے ناظر صاحبان ہیں اس لئے میں ان کی تحقیق سے مطمئن نہیں ہوسکتا اور نہ موجودہ حالات میں مجھے ان سے کسی انصاف کی توقع ہے اور نہ ملزم کو جج بنایا جاسکتا ہے۔ میں اپنے دلائل یا اُس آزاد کمیشن کے سامنے رکھوں گا جو جماعت کی طرف سے مقرر ہو یا اگر جماعت نے توجہ نہ کی تو حکام کے سامنے رکھوں گا''۔

میں اس کے جواب میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا جو ایسے ہی تلخ موقعوں پر کہا جاتا ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ مصری صاحب بھی اگر ہمت رکھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ یہ تمام مظالم جن کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ان پر ہوئے میری ہی انگیخت اور علم سے ہوئے ہیں اور یہ کہ اگر وہ اس بات میں جھوٹے ہوں تو لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ کی وعید کے مورد بنیں پھر اللہ تعالیٰ خود بخود فیصلہ کردے گا کہ کون سچ بول رہا ہے اور کون جھوٹ بول کر حق کو چھپا رہا ہے۔

میں جیسا کہ بتا چکا ہوں ہم نے ان سے کہا کہ وہ ان لوگوں کے نام بتائیں جن کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مظالم کئے مگر وہ ان کے نام تک بتانے کیلئے تیار نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس پردہ داری سے ان کی غرض کیا ہے۔ اگر وہ سچے تھے تو ان لوگوں کے نام لے دیتے اس صورت میں بہت حد تک یہ معاملہ صاف ہو جاتا۔ مثلاً اگر وہ کہہ دیتے کہ میاں محمد یوسف صاحب شیر فروش نے دودھ دینے سے انکار کر دیا تھا تو ہم ان سے دریافت کرتے اور اگر وہ انکار کر دیتے اور کہتے کہ میں نے ہرگز دودھ دینے سے انکار نہیں کیا تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ڈر کر اس نے جھوٹ بول دیا۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہو جاتا کہ اس کے بعد میاں محمد یوسف صاحب سے دوسرا آدمی ملتا، پھر تیسرا ملتا پھر چوتھا اور جب ہر ایک کے سامنے وہ یہی بیان دیتے کہ مجھے کسی نے نہیں روکا تو معلوم ہو جاتا کہ مصری صاحب جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس کہہ دیتے کہ اصل میں تو مجھے روکا گیا تھا لیکن میں نے ڈر کے مارے یہ بات نہیں کی تو لوگ سمجھ جاتے کہ ناظر صاحب امور عامہ نے اپنے اعلان میں جھوٹ سے کام لیا۔ پس یقیناً اگر شیخ صاحب لوگوں کے نام بتا دیتے تو انہیں فائدہ ہوتا اور لوگ ان لوگوں سے مل مل کر اور کرید کرید کر حالات دریافت کر کے حقیقت تک پہنچ جاتے۔ اس صورت میں انہیں لوگوں کے پاس جا کر اپنی شکایات پہنچانے کی ضرورت نہ رہتی خود بخود لوگ شیر فروشوں اور آرد فروشوں[۹] سے مل کر دریافت کر لیتے کہ بات کیا ہوئی۔ مگر انہوں نے یہ طریق اختیار نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد محض اشتعال

دلانا اور احمدیوں سے سودا لے کر انہیں کسی نہ کسی الزام کے نیچے لانا ہے۔

ابھی چند دن ہوئے میرے علم میں یہ بات لائی گئی کہ میاں فخر دین نے فلاں احمدی قصاب سے گوشت لیا ہے۔ ناظر (امور عامہ) نے اس قصاب سے جواب طلبی کی اور اُسے جرمانہ کیا۔ مجھے جب معلوم ہؤا تو میں نے ناظر صاحب کو روکا اور میں نے کہا جرمانہ جانے دیں، آپ صرف نگرانی کریں۔ باقی اس ہدایت کی لفظی پابندی کا تعہد نہ کریں، حالانکہ یہ جُرمانہ بالکل جائز تھا کیونکہ جب غیر احمدی قصاب موجود ہیں اور وہ اس سے گوشت خرید سکتا ہے تو احمدی قصاب سے گوشت خریدنے کے کیا معنے ہیں۔ اگر غیر احمدی قصاب جھٹکا کرتے تب تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہم جھٹکا نہیں کھا سکتے، ہمیں حلال گوشت چاہیئے۔ لیکن جب وہ بھی اسی طرح حلال کرتے ہیں جس طرح احمدی، تو پھر کیوں وہ غیر احمدی قصاب سے گوشت نہیں لے سکتے۔ پس چونکہ مصری صاحب ہمیں ان لوگوں کے نام نہیں بتاتے اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر میں نے کسی کا نام لے دیا تو اس سے دریافت کرنے پر پتہ لگ جائے گا کہ میں نے غلط بیانی کی ہے۔ اس لئے وہ ان کے نام چھپاتے ہیں اور تحقیقات سے بھی اسی لئے گریز کرتے ہیں تا حقیقت نہ کھل جائے اور تا جو کمزور دل لوگ ہیں وہ اس شور سے یہ نتیجہ نکالیں کہ کچھ نہ کچھ ظلم تو ہؤا ہی ہوگا جس کی بناء پر یہ شور مچایا گیا ہے۔ دنیا میں بعض کمزور دل ہوتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی شور مچائے خواہ اُس کا شور کس قدر بے بنیاد باتوں پر مبنی ہو وہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ بات تو ضرور ہوئی ہوگی۔ بغیر کسی بنیاد کے بات تو نہیں اُٹھائی جا سکتی اور بعض کمزور ایمان ہوتے ہیں وہ بھی اسی رو میں بہہ جاتے اور یہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہوئی ہوگی۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب کے متعلق مجھے معلوم ہؤا ہے کہ انہوں نے بھی ایک دوست کے سامنے ذکر کیا کہ شیخ مصری صاحب نے جن مظالم کا ذکر کیا ہے، ان میں کوئی بات تو ضرور ہوگی۔ دراصل جب بھی کوئی شخص کمزور ہو خواہ اس کی کمزوری ایمانی ہو یا جسمانی، اس کے دل میں ایسے خیالات پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور یہی طبائع ہوتی ہیں جو منافقین کا اثر قبول کر لیتی ہیں اور انہی لوگوں کی طبائع کو دیکھ کر وہ جھوٹ بولنے میں دلیر ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جماعت میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو ہمارے شور مچانے کو ضرور کسی نہ کسی حقیقت پر محمول کریں گے اور کسی حد تک ہمارے پروپیگنڈا سے متأثر ہو جائیں گے۔

جب لوطؑ کے متعلق لوگوں نے یہ کہا کہ انہوں نے اپنی بیٹیاں زنا کیلئے کفار کے سامنے پیش کر دی تھیں، جب نوحؑ کے متعلق لوگوں نے کہا کہ انہوں نے اپنی لڑکیوں سے بدکاری کی، جب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر لوگوں نے بُہتان لگائے اور کہا کہ وہ لوگوں کا مال کھاتے اور حرام کاری میں مبتلا رہتے ہیں تو انہوں نے ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے یہ باتیں کیں جو اپنی کمزوریٔ طبع کی وجہ سے یہ خیال کرتے تھے کہ دشمن جو بات کہہ رہا ہے اُن کی تہہ میں کچھ نہ کچھ بات ضرور ہوگی اور میں جانتا ہوں کہ اسی قسم کی کمزور طبائع کو اُکسانے کا وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ لیکن بہر حال اگر وہ حق پر تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ نام بتاتے لیکن جب وہ نام بتانے کیلئے تیار نہیں تو ہم یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ مظالم کے متعلق ان کے جس قدر الزامات ہیں وہ بالکل غلط ہیں اور امور عامہ کی تحقیقات کی رو سے بھی درست ثابت نہیں ہوئے لیکن پھر بھی میرا ارادہ ہے کہ جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کیلئے باہر کی جماعتوں سے ایک کمیشن مقرر کروں جو یہ تحقیقات کرے کہ کیا امور عامہ نے جو میرے پاس رپورٹ کی ہے وہ غلط ہے اور کیا فی الواقعہ محکمہ والوں نے ضروریاتِ زندگی کے حصول سے جو دوسری جگہ سے بآسانی میسر نہیں آسکتی تھیں ان لوگوں کو محروم کرنے کی کوشش کی ہے؟ یا اور کسی طرح کوئی ناواجب دکھ دیا ہے یا واقعہ میں ان کے غیر احمدی مزدوروں کو کام کرنے سے منع کیا گیا اور کیا واقعہ میں دُوربین سے ان کے مکان کے زنانہ حصہ کو دیکھا گیا؟ مگر اس موقع پر میں جماعت کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سچائی کو اختیار کرے اور جھوٹ بول کر اپنے ایمان کو تباہ نہ کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت طبائع میں اشتعال ہے مگر یاد رکھو اشتعال کی حالت میں بھی کبھی کوئی ایسا کام نہ کرو جو تقویٰ کے خلاف ہو۔

میں ایسے شخص کو ہرگز احمدی نہیں سمجھ سکتا جو یہ کہتا ہو کہ یہ جماعت بگڑ گئی اور اس کی اکثریت خراب اور گندی ہوگئی اور میں اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے والا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ڈاکٹر عبدالحکیم نے لکھا کہ آپ کی جماعت میں سوائے حضرت مولوی نورالدین صاحب کے اور کوئی نیک اور خدا رسیدہ انسان نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے لکھا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہے اور اس میں ہزاروں ایسے بندے موجود ہیں جن کی پیشانیوں پر وہی نور چمک رہا تھا جو صحابہؓ کی پیشانیوں پر تھا۔ پس

باوجود اس بات کے جاننے کے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہے میں سمجھتا ہوں کہ بوجہ عدمِ علم یا عدمِ تربیت دانستہ طور پر نہیں بلکہ نادانستہ طور پر ممکن ہے کسی سے کوئی کمزوری سرزد ہو جائے اور بعض دفعہ کچھ لوگ جو منافق ہوتے ہیں خود ہی کوئی شرارت کھڑی کر دیتے ہیں۔ اور پھر کچھ لوگ حالات سے ناواقف ہوتے ہیں وہ اپنی ناواقفیت کی وجہ سے ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ لیکن بہرحال میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ جماعت صداقت پر قائم ہے اور اس کی اکثریت نیک اور متقی لوگوں پر مشتمل ہے۔ پھر بھی چونکہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ کمزور لوگ ہوتے ہیں اور وہ غلطی کر سکتے ہیں اس لئے میں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے ہی اشتعال کے موقع پر انسان کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ پس اپنے ایمانوں کو درست رکھو اور کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو اسلام اور شریعت کے خلاف ہو۔ تم کو اِس بات کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن میرے دل میں خلافت کی ایک بکری کی مینگن کے برابر بھی قیمت نہیں ہوسکتی اگر اس کی تائید کیلئے جھوٹ اور فریب سے کام لیا جائے۔ خلافت اُسی وقت تک قابلِ قدر ہے جب تک صداقت کی تلوار سے اس پر حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جائے اور انصاف کے تیروں سے اس کی حفاظت کی جائے۔

پس یاد رکھو کہ خواہ کیسی ہی حالت پیش آئے تم عدل و انصاف کو نہ چھوڑو اور جو سچائی ہو اسے اختیار کرو تا دشمن کو تمہارے متعلق کسی قسم کے اعتراض کا موقع نہ ملے۔ اور یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص تمہیں جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتا ہے تو خواہ وہ ناظر ہی کیوں نہ ہو تم فوراً اُس کی رپورٹ میرے پاس کرو کیونکہ ہمارے پاس ایمان کے سِوا اور کوئی چیز نہیں، ہم کنگال اور خالی ہاتھ ہیں۔ اگر ایمان کی دولت بھی ہمارے ہاتھ میں نہ رہی اور اگر ہم نے اسے بھی چھوڑ دیا تو پھر ہماری جماعت کی حالت وہی ہوگی جو کسی شاعر نے یوں کھینچی ہے کہ ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

پس صداقت اور انصاف سے کام لو اور غیرت، قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کرو۔ مگر یاد رکھو تم نے ظلم نہیں کرنا اور جھوٹ نہیں بولنا اور اگر کوئی شخص تمہیں ظلم کرنے یا جھوٹ بولنے کی تعلیم دیتا ہے تمہیں کہتا ہے جاؤ اور اپنے دشمن کو مار آؤ یا جاؤ اور اُسے پیٹو، تو تم فوراً سمجھ جاؤ کہ تمہارے سامنے ایمان کا جُبّہ پہنے

ایک شیطان کھڑا ہے اور تم فوراً سمجھ لو کہ وہ میری نافرمانی کرنے والا اور میری اطاعت سے منہ موڑنے والا انسان ہے۔ تم فوراً میرے پاس آؤ اور ایسے شخص کی شکایت کرو اور اس گندے وجود کو کاٹنے کی جلد تر کوشش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ باقی قوم کو بھی گندہ کر دے۔

اس کے بعد میں مصری صاحب کے ایک تازہ خط کا ذکر کرتا ہوں جو انہوں نے حال ہی میں مجھے لکھا ہے اور جس سے ان کی دماغی اور علمی کیفیت بے نقاب ہو رہی ہے۔ اس خط کا پہلا جملہ یہ ہے ''آپ بڑے خوش ہوں گے کہ کس طرح آپ نے اپنی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ جماعت کی مخالفت کی رَو اپنے وجود سے ہٹا کر میری طرف پھیر دی ہے اور آپ مطمئن ہو گئے ہوں گے کہ ریزولیوشنز اور خطوط کی بھرمار نے آپ کی پوزیشن کو محفوظ کر دیا ہے اور میں بھی خوش ہوں کہ آپ نے اپنی کامیابی کی بنیاد محض دنیاداروں کی طرح چالاکیوں وغیرہ پر رکھی ہے اللہ تعالیٰ کی خشیت اور تقویٰ کو قریب بھی نہیں آنے دیا''۔

پھر لکھتے ہیں:-

''کاش! آپ ملک غلام فرید صاحب کے خواب سے ہی فائدہ اٹھاتے۔ وہ خواب کیسا واضح ہے کس طرح اس میں آپ کی موجودہ چالاکی کا نقشہ کھینچا گیا ہے جس سے کام لے کر آپ نے جماعت کو میرے خلاف بھڑکا دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اِس میں میری کامیابی کی بھی بشارت ہے جس پر آپ نے غور نہیں کیا۔ شروع ہی میں آپ کو بتا دیا گیا ہے کہ جو آواز میں آپ کے خلاف اُٹھاؤں گا، اُس کو جماعت دیکھے گی مگر بُرا نہیں منائے گی اور پھر ساتھ ہی مجھے خواب میں دائیں طرف دِکھلایا گیا ہے اور آپ کو بائیں طرف۔ اب سورۃ الواقعہ میں اصحاب الشمال کا حال پڑھ لیں۔ وہاں صاف لکھا ہے اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ - وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ [10] اب دیکھیں کیا یہ دونوں حالتیں آپ میں نہیں پائی جاتیں؟ کیا آپ اپنے مال، اقتدار، وسائل پر اِترا نہیں رہے؟ اور کیا اپنے عظیم الشان مَيْل عَنِ الْحَقِّ اِلَى الْبَاطِلِ پر اصرار نہیں کر رہے''۔

یہ وہ خط ہے جو شیخ مصری صاحب نے مجھے لکھا اور جس سے ظاہر ہے کہ ان کی علمیت کس حد تک ہے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک شخص علم کا دعویٰ کرتا ہے مگر اسے اتنی موٹی بات بھی معلوم نہیں کہ کن اصول پر خواب کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اب جو خواب ملک غلام فرید صاحب نے دیکھا اور جس کے متعلق

مصری صاحب یہ کہتے ہیں کہ کاش! آپ نے اس پر غور کیا ہوتا وہ یہ ہے ملک صاحب لکھتے ہیں:-

''میں نے دیکھا کہ سالانہ جلسہ کا موقع ہے حضور سٹیج پر کھڑے تقریر فرمارہے ہیں۔ آپ کے دائیں طرف شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری بیٹھے ہوئے ہیں اور جُوں جُوں حضور تقریر فرماتے ہیں وہ آپ کا منہ چڑا رہے ہیں۔ سٹیج پر جو دوسرے لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے بعض مصری صاحب کی اِس حرکت کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ اتنے میں حضور نے تقریر ختم کی اور مصری صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضور سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ خواب میں مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضور کو معلوم ہے اور دوسرے دوستوں کو بھی معلوم ہے کہ مصری صاحب کیا کہیں گے۔ لیکن حضور نے پھر بھی ان کو اجازت دے دی کہ آپ کہہ لیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک اچھا خاصہ لمبا چوڑا کاغذ کا ٹکڑا ہے اُس کو انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ اُس میں لکھا ہوا تھا کہ ''ان وجوہات کی وجہ سے میں جماعت سے علیحدہ ہو رہا ہوں بعینہٖ یہ الفاظ انہوں نے کہے اور اس کاغذ سے وہ وجوہات پڑھ رہے ہیں۔ اُس وقت کوئی بات جو انہوں نے پڑھی مجھے یاد نہیں۔ ابھی وہ کھڑے ہوئے اپنا کاغذ پڑھ ہی رہے تھے کہ حضور کُرسی سے اُٹھ کر روانہ ہو گئے اور دوسرے دوست بھی ساتھ ہی چلے گئے اور مصری صاحب کو چھوڑ گئے۔ پھر معلوم نہیں ہوا کہ مصری صاحب کا کیا حشر ہوا''۔

اب وہ کہتے ہیں دیکھو! اس خواب سے میری کیسی زبردست تائید ہوتی ہے حالانکہ اس خواب میں صاف بتایا گیا ہے کہ مصری صاحب منہ چڑا رہے ہیں اور منہ چڑانا کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ غیر مومنانہ فعل ہے۔ مگر وہ اِس امر کو قطعاً نظرانداز کرتے ہوئے کہتے ہیں صاف لکھا ہے میں منہ چڑا رہا ہوں اور جماعت مجھے کچھ نہیں کہتی اور یہی میری کامیابی کی بشارت ہے۔ گویا منہ چڑانا خاص مؤمنوں کی علامت ہے جو شیخ صاحب میں پائی جاتی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ تالیاں پیٹنے اور سیٹیاں بجانے والے بھی مؤمن نہیں۔ پھر جو شخص دوسرے کا منہ چڑاتا ہے وہ کس طرح مومن سمجھا جا سکتا ہے۔ پھر خواب میں جو یہ دکھایا گیا کہ ''سٹیج پر جو دوسرے لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے بعض مصری صاحب کی اس حرکت کو دیکھ بھی رہے ہیں''۔ یہ حصہ صاف طور پر بتاتا ہے کہ باوجود ان کی طرف سے ایسی حرکات صادر ہونے کے جن سے طبائع میں اشتعال پیدا ہو جماعت صبر سے کام لے گی اور انہیں کچھ نہیں کہے گی۔ وہ دیکھے گی کہ مصری صاحب کیا کر رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ گند ظاہر کرتے چلے

جائیں گے جماعت ان پر کوئی ظلم نہیں کرے گی۔ یہ وہ امر ہے جو خواب میں پہلے سے بتایا گیا اور جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اب جو اپنے مظالم کا وہ ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں یہ جھوٹا ہے۔ اگر یہ خواب ان کا تسلیم شدہ خواب نہ ہوتا تب تو اس خواب کے مضامین ان پر حُجت نہیں ہو سکتے تھے مگر جب وہ اس خواب کو سچا تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ خواب میرے حالات پر چسپاں ہو رہی ہے تو خواب تو یہ بتاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ گندی حرکات کے مرتکب ہوں گے، جماعت احمدیہ کے مومن اپنے نفوس پر قابو رکھیں گے اور انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ مگر وہ جھوٹ بولتے ہوئے جماعت پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ اس نے ان پر کئی مظالم ڈھائے حالانکہ خواب بتا رہی ہے کہ ظلم جماعت کی طرف سے نہیں ہوگا بلکہ مصری صاحب کی طرف سے ہوگا۔

پھر وہ لکھتے ہیں اس میں میری کامیابی کی بھی بشارت ہے جس پر آپ نے غور نہیں کیا۔ حالانکہ خواب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ساری جماعت میرے ساتھ آ گئی اور مصری صاحب اکیلے پیچھے رہ گئے۔ پس جب ساری جماعت خواب میں میرے ساتھ آ گئی تو معلوم ہوا کہ جماعت ان کے ساتھ نہیں اور نہ اس میں ان کی کسی کامیابی کی بشارت ہے۔ بلکہ یہ ان کے تنزّل اور ادبار کی خبر ہے اور پہلے سے بتا دیا گیا ہے کہ ان کا کیا انجام ہوگا۔ غرض جیسا کہ پہلے سے بتا دیا گیا تھا انہوں نے منہ چڑایا مگر اس کے ساتھ ہی ملک غلام فرید صاحب کے خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعتراض کو بھی دور کر دیا اور بتا دیا کہ باوجود اس کے کہ مصری صاحب منہ چڑائیں گے جماعت ان کا سختی سے جواب نہیں دے گی۔ پس ان کا اس خواب کو سچا تسلیم کرتے ہوئے یہ شور مچانا کہ مجھ پر ظلم کیا گیا بالکل جھوٹ اور بُہتان ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ چونکہ دائیں طرف مصری صاحب کو دیکھا گیا ہے اور بائیں طرف مجھ کو اس لئے ان کا اصحاب الیمن میں شمار ہو گیا اور میرا اصحاب الشمال میں۔ یہ اتنی احمقانہ بات ہے کہ اس سے زیادہ حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ خواب میں جب بھی کوئی شخص دو آدمیوں کو دیکھے گا۔ لازماً ان میں سے ایک دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف۔ اگر خواب میں کوئی شخص دیکھے کہ اس کے ماں باپ اس سے ملنے آ رہے ہیں تو یہ ضروری امر ہے کہ ان میں سے ایک دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف۔ اب اگر باپ دائیں طرف ہو تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ باپ جنتی ہے اور ماں دوزخی۔ اور اگر ماں دائیں طرف ہو تو کیا یہ سمجھا جائے گا کہ ماں جنتی ہے اور باپ دوزخی۔ پھر اگر کوئی شخص خواب میں ایک

مجمع دیکھے تو لازماً کچھ لوگ دائیں طرف ہوں گے اور کچھ بائیں طرف۔ پھر کیا یہ کہا جاسکے گا کہ ان میں سے آدھے جنتی ہیں اور آدھے دوزخی۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس سے زیادہ علمِ تعبیر سے ناواقفیت اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ انسان اتنی معمولی بات کو بھی نہ سمجھے کہ دایاں اور بایاں ایک نسبتی امر ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جب بھی دو شخص خواب میں دیکھے جائیں ان میں سے ایک دائیں طرف ہوگا اور دوسرا بائیں طرف اور جو چیز لازمی ہو اُس کی تعبیر نہیں کی جاتی۔ مثلاً یہ تو ہوسکتا ہے کہ انسان اگر کسی کا صرف ایک پیر دیکھے تو اُس کی تعبیر کرے سر دیکھے تو اُس کی تعبیر کرے لیکن اگر کوئی خواب میں ایک آدمی دیکھے تو اس وقت یہ نہیں کہیں گے کہ اُس کے سر کی بھی تعبیر کرو اور ہاتھ کی بھی تعبیر کرو اور پاؤں کی بھی تعبیر کرو۔ ایسی حالت میں تو اگر کوئی خاص نظارہ ہو تو صرف اسی کی تعبیر کی جائے گی۔ عام چیزوں کی جن کا تعلق انسان کے ساتھ لازمی ہے ان کی تعبیر نہیں کی جائے گی۔ اگر اس امر کو مدنظر نہ رکھا جائے اور محض خواب میں دو شخصوں کو آتے دیکھ کر جن میں سے ضروری ہے کہ ایک دائیں طرف ہو اور دوسرا بائیں طرف یہ نتیجہ نکالا جائے کہ ایک جنتی ہے اور دوسرا دوزخی تو اس صورت میں اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام آرہے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام مثلاً دائیں طرف ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بائیں طرف تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہنا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنتی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوزخی، کیونکہ یہ شیخ صاحب کی بیان کردہ تعبیر ہے۔ مگر کیا کوئی بھی عقلمند اس تعبیر کو ماننے کیلئے تیار ہوسکتا ہے؟ اور کیا اس سے زیادہ کوئی احمقانہ بات بھی اور کوئی ہوگی؟ اگر دائیں اور بائیں میں نمایاں فاصلہ ہو تب بیشک دائیں کی بھی الگ تعبیر ہوتی ہے اور بائیں کی بھی الگ۔ مثلاً کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ ایک جماعت دائیں طرف بیٹھی اور دوسری جماعت کچھ فاصلہ پر بائیں طرف، تو اس وقت ہم کہہ سکتے ہیں کہ کچھ لوگ اصحاب الیمین ہیں اور کچھ لوگ اصحاب الشمال۔ لیکن جب سب لوگ اکٹھے بیٹھے ہوں اُس وقت یہ کہنا کہ ایک حصہ اصحاب الشمال میں سے ہے اور دوسرا اصحاب الیمین میں سے اور اس لئے کچھ دوزخی ہیں اور کچھ جنتی، احمقانہ بات ہے۔ پھر دائیں بائیں کا جو مفہوم مصری صاحب بتاتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ اُس کے دائیں طرف کھڑا ہو جس کے یہ معنے ہیں کہ مقتدی دائیں طرف ہو اور امام بائیں طرف۔ کیا اس کے یہ معنے ہوں گے کہ شریعت کے مطابق امام

ہمیشہ ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور مقتدی اعلیٰ درجہ کا؟

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے مصری صاحب کے اعتراض کا قلع قمع خود ملک غلام فرید صاحب کی ہی ایک اور خواب سے کر چھوڑا ہے جو مصری صاحب کی تسلیم کردہ خواب سے پہلے کی خواب ہے۔ انہوں نے ۷ر مئی کو ڈیرہ دون سے جہاں وہ تبدیلی آب وہوا کیلئے گئے ہوئے تھے مجھے ایک خط لکھا جو ۸ر مئی کو قادیان پہنچا اور قادیان سے ہوتے ہوئے ۱۲ر مئی کو مجھے سندھ میں ملا۔ اس خط میں ملک غلام فرید صاحب لکھتے ہیں:

سیّدی! حضرت امیر المومنین اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

پچھلے دنوں میں نے ایک عجیب خواب دیکھا جو حضور کی خدمت میں عرض ہے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت (اماں جان) کے اُس کمرہ میں جس میں بیت الدعا واقع ہے، پانچ کرسیوں پر آنحضرت ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام، حضرت نواب صاحب، حضرت میر محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیٹھے ہیں۔ مجھے اب ان کرسیوں کی ترتیب یاد نہیں رہی۔ صرف اتنا یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھے ہیں۔ اس طرح پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منہ بالکل قبلہ کی طرف ہے اور آنحضرت ﷺ کا کچھ منہ قبلہ کی طرف اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف۔ باہر صحن میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں اپنے متعلق کہہ نہیں سکتا کہ میں بھی اُس کمرہ سے باہر ہوں یا اندر ہوں لیکن غالباً باہر ہی ہوں لیکن اندر بیٹھنے والے بابرکت وجودوں کے بالکل ہی قریب کہ مجھے سب کچھ ان کا نظر آرہا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کُرسی کے پاس ہی (ایسا یاد ہے کہ بالکل ساتھ ملا ہوا) دائیں بازو پر کھڑا ہوں۔ لیکن حضرت صاحب کا چہرہ مجھے نظر نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سارا لباس سفید ہے یہاں تک کہ کوٹ بھی لٹھے کا سفید پہنا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پگڑی ہرے رنگ کی ہے اور آنحضور ﷺ کی ڈاڑھی مبارک کا رنگ ایسا ہے جیسے حضور یعنی آپؑ کی ڈاڑھی کا۔ جبکہ اُس کو مہندی لگائے آٹھ دس دن گزر چکے ہوں اور آنحضرت ﷺ کی ڈاڑھی کا قد بھی آپؑ کی داڑھی کے قد کے برابر ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بالکل حضور کی ڈاڑھی جیسی ہے۔ خواب میں ایسا معلوم ہوا ہے کہ آپ کسی دوسرے کمرہ میں کسی تقریر کی تیاری میں

مشغول ہیں اور کوئی بہت بڑی تقریب ہے جس پر آپ نے تقریر کرنی ہے اور آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تقریر کے سننے کی خاطر تشریف لائے ہوئے ہیں اور صحن میں جو بہت سے لوگ ہیں وہ بھی اسی لئے آئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کے روحانی مراتب میں بہت بہت ترقی دے اور مجھے حضور کا سچا اور پکا خادم بنائے اور ہمیشہ حضور کے دامن کے ساتھ وابستہ رکھے''۔

اِس خواب میں ملک غلام فرید صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت ﷺ کے بائیں طرف بیٹھے دیکھا ہے اور صاف طور پر لکھا ہے کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے بائیں طرف بیٹھے ہیں''۔ اب یہاں اگر وہی تعبیر لگائی جائے جو مصری صاحب نے کی تو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ کہنا پڑے گا کہ رسول کریم ﷺ کو ''خواب میں دائیں طرف دکھلایا گیا ہے اور آپؑ کو بائیں طرف۔ اب سورۃ الواقعہ میں اصحاب الشمال کا حال پڑھ لیں وہاں صاف لکھا ہے وَاِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِیْنَ - وَ کَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۔ کیا ایسی گندی اور ناپاک تعبیر جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جہنمی قرار دینا پڑے اس قابل ہوسکتی ہے کہ اسے صحیح تصور کیا جائے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تعبیر کس قدر غلط ہے۔ اس تعبیر کو اگر درست سمجھا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ جہنمی ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ ملک غلام فرید صاحب نے انہیں آنحضرت ﷺ کے بائیں طرف دیکھا۔ مگر ہم میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جو ایسی گندی اور ناپاک تعبیر اس خواب کی کرسکے۔ پس ان کی یہ تعبیر ان کے نفس کا اختراع ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔

پھر وہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ خواب میں ان کے متعلق بیّن طور پر بتایا گیا ہے کہ وہ منہ چڑا رہے ہیں اب کیا منہ چڑانا مؤمنانہ شیوہ ہے؟ جب نہیں تو انہیں خود اپنے ایمان کا فکر کرنا چاہئے اور بجائے اس کے کہ دوسروں کو سمجھائیں انہیں خود سوچنا چاہئے کہ ان کا انجام خواب سے کیا ظاہر ہو رہا ہے۔ اگر ان میں کچھ بھی عقل و فہم ہوتی تو وہ اپنے آپ کو دائیں طرف اور مجھے بائیں طرف خواب میں معلوم کرکے اس نتیجہ پر پہنچتے کہ دائیں طرف ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ میرے احسانات کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تم صدقہ کرو تو دائیں طرف سے شروع کرو۔[11] پس اس خواب کے یہ معنے تھے کہ میں نے اس شخص سے کئی دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ حُسنِ سلوک کیا اور متواتر

اس سے احسانات کئے مگر یہ ایسا احسان فراموش نکلا کہ میرے حُسنِ سلوک کے باوجود میرا منہ چڑاتا رہا۔ پس ان کے دائیں طرف ہونے میں ان کی کوئی فضیلت نہیں بلکہ انہیں میرے احسانات کا زیر بار دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال حدیثوں سے بھی ملتی ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں مجلس میں دودھ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ تھوڑا سا دودھ پینے کے بعد اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ اُس وقت آپ کے بائیں طرف تھے اور آپ کے دائیں طرف ایک نوجوان لڑکا بیٹھا تھا۔ آپ نے اُس لڑکے کی طرف دیکھا اور فرمایا میرے اس تحفہ پر حق تمہارا ہی ہے کیونکہ تم دائیں طرف ہو مگر کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں یہ دودھ ابوبکرؓ کو دے دوں؟ وہ لڑکا کہنے لگا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ میں اپنا حق چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔[12]

اس مثال کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے خواب پر غور کرو تمہیں معلوم ہوگا کہ خواب میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے مصری صاحب سے ہمیشہ دائیں والا سلوک کیا مگر یہ میرا منہ چڑاتے رہے۔ مصری صاحب کا یہ کہنا کہ خواب میں بتایا گیا ہے کہ میری کارروائیوں کو جماعت دیکھے گی اور بُرا نہیں منائے گی، بتاتا ہے کہ میں کامیاب ہوں گا، صریح غلط بیانی ہے۔ خواب کے الفاظ یہ ہیں ''سٹیج پر جو دوسرے لوگ بیٹھے ہیں ان میں سے بعض مصری صاحب کی اس حرکت کو بھی دیکھ رہے ہیں''۔ اس بعض کے لفظ کو اُڑا دینا مصری صاحب کی اس ذہنیت کو آشکارا کرتا ہے جو اِن میں اب جماعت سے علیحدہ ہو کر پیدا ہوگئی ہے۔ ہم تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ بعض لوگ ان کے ہم خیال ہیں لیکن بعض کا لفظ اُڑا کر جماعت کا لفظ اختیار کرنا اور اس سے کامیابی کا نتیجہ نکالنا دھوکا نہیں تو اور کیا ہے۔ خواب میں صاف بتایا گیا ہے کہ جماعت کی اکثریت میرے ساتھ ہے تبھی تو جب میں اُٹھا تو وہ ساتھ اُٹھ کر چلے آئے ورنہ وہ مجھے چھوڑ کر مصری صاحب کے ساتھ رہتے اور سب کے سب مل کر گیدڑوں کی طرح منہ چڑانے لگتے۔

درحقیقت انہوں نے اس خواب کی جو تعبیر کی ہے اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا علم محض سطحی ہے تعبیر کے علم سے انہیں کوئی مناسبت نہیں۔ کیونکہ تعبیر ایک روحانی علم ہے اور وہ روحانی کوچہ سے بالکل ناآشنا ہو چکے ہیں اور مجھ پر اعتراض کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کر رہے ہیں۔ جو دوسری خواب میں نے ملک صاحب کی بتائی اس میں رسول کریم ﷺ کی ریش مبارک ملک صاحب کو بالکل میری ڈاڑھی کے مطابق اور ہم شکل دکھائی گئی ہے۔ جس میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ جو مجھ پر حملہ کرے گا

وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ کرے گا۔ کیا مصری صاحب یا ان کے ساتھی اس سے فائدہ اُٹھائیں گے؟

پھر یہی ملک غلام فرید صاحب اپنے اس خط میں لکھتے ہیں ''ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد مبارک کی وہ چھوٹی کھڑکی جو بیت الفکر میں کھلتی ہے اور جس میں سے ہو کر خدا کے مسیح پاک مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے، اُس کے پاس آپ کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھنا ہو وہ اِس کھڑکی میں سے گزر جائے۔ لوگ ایک ایک کر کے اندر جا رہے ہیں۔ میں بھی اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بجائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آپ ہی اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں خواب میں حیران ہوتا ہوں کہ ان کو تو (یعنی حضور کو) میں باہر کھڑکی کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں اور اندر بھی خود ہی بیٹھے ہیں''۔

اِس خواب نے بتا دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور میرا حال ایک ہی ہے اور جو اعتراض مجھ پر کیا جاتا ہے وہی اعتراض حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی عائد ہوتا ہے۔ پس چونکہ اللہ تعالیٰ یہ جانتا تھا کہ ایک اعتراض محمود پر یہ پڑنے والا ہے کہ خواب میں اسے بائیں طرف دکھایا گیا ہے جو اس کے اصحاب الشمال میں سے ہونے کا ثبوت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بائیں طرف دکھا دیا اور اس طرح اعتراض کرنے والوں پر ظاہر کر دیا کہ اگر تم اپنے علمِ تعبیر کو صحیح قرار دو گے اور اگر ایسی ناپاک اور گندی تعبیر کرنے سے باز نہیں آؤ گے تو یاد رکھو تمہیں محمود پر حملہ کرنے کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جہنمی قرار دینا پڑے گا۔ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ چاہو تو صحیح راستہ اختیار کرو اور چاہو تو ٹیڑھا راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو ابدی ہلاکت میں ڈال لو۔

(الفضل ۲۴؍ جولائی ۱۹۳۷ء)

---

۱ **سائی:** وہ تھوڑی سی رقم جو معاملہ طے ہو جانے کے بعد پیشگی دی جائے۔

۲ **مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین**......الخ

۳ **بوڈاپسٹ(BUDAPEST):** ہنگری کا دارالحکومت۔ یہاں پہلے دو رومی شہر آباد تھے جنہیں تاتاریوں نے تباہ کر دیا۔ پہلی عالمی جنگ تک یورپ میں غلّے کی اہم منڈی تھا۔ جنگ کے بعد

بعض صنعتوں کے فروغ سے یورپ کا ایک نفیس شہر بن گیا۔ دوسری عالمی جنگ میں اس کا ۷۵ فیصد حصہ تباہ ہو گیا۔

(اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا جلد ا صفحہ ۲۶۷۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء)

۴ الهکف: ۶

۵، ۶ بخاری کتاب المغازی باب غزوة الرجیع (الخ)

۷ قراقر: پیٹ بولنا

۸ التوبة: ۱۱۸

۹ آردفروش: آٹا بیچنے والا

۱۰ الواقعة: ۴۶، ۴۷

۱۱، ۱۲ بخاری کتاب المساقاة باب من رأی صدقة الماء (مفہوماً)